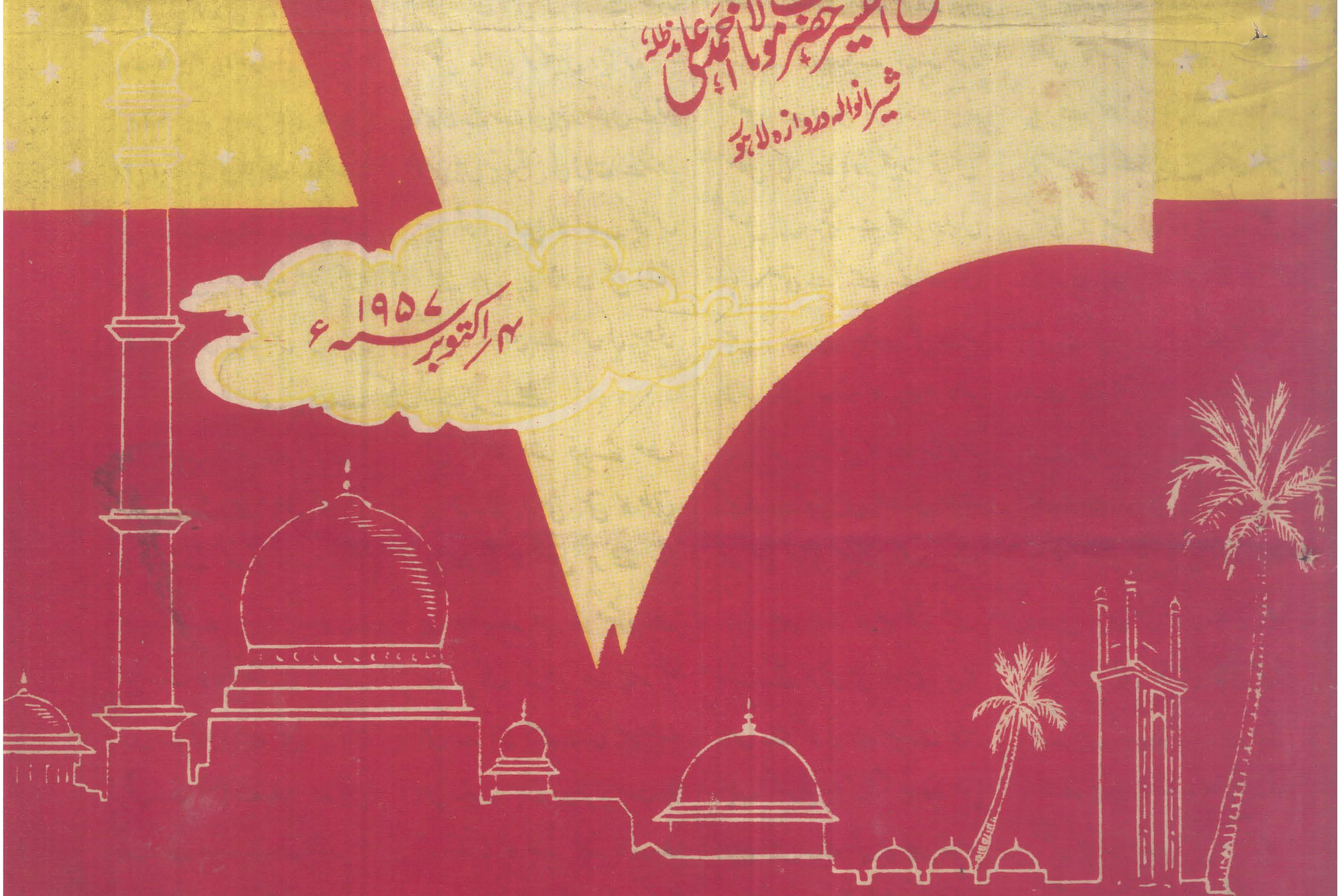
هفت روزہ

# خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور



# مثنوی ضرورتِ مذاہب

لامذہبیت کے دورِ حاضر کے لئے لاجواب اور نہایت مفید مثنوی

از جناب مولینا جمیل احمد صاحب تھانوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

بعد حمد و نعت و بعد صد سپاس
ہے جمیل تھانوی کا التماس

ایک صاحب نے کیا ظاہر خیال
سب آزادی ہے مذہب کا سوال

ہم کو ہے اللہ نے جب عقل دی
پھر ضرورت مذہبوں کی کیا رہی

کیونکہ مذہب کیا ہے اور اسکے سوا
ایک مجموعہ ہے عقلیات کا

ہم کو جب دینی ہے اپنی عقل کام
دوسروں کی عقل کے کیوں ہوں غلام

آدمی وہ بھی ہیں ہم بھی آدمی
ان میں کیا بیشی ہے ہم میں کیا کمی

## جواب

عرض میری بھی ذرا سُن لیجئے
فیصلہ پھر آپ خود ہی کیجئے

آپ سمجھے ہی نہیں مذہب ہے کیا
ہے ضرورت اس کی کیوں مطلب ہے کیا

سچ ہے گھڑ لیتی ہوں جس کو کچھ عقول
اس کو مذہب نام رکھنا ہے فضول

عقل کی سازش ہے وہ مذہب ہے کب
من گھڑت باتیں ہوں مذہب ہے غضب

ہے وہ بالکل دھوکہ اور دجل و فریب
عقل والوں کو نہیں دیتا وہ زیب

ایسا مذہب ہے غلامی کا پیام
ہوں سبھی سب ان چند عقلوں کے غلام

اس کی پابندی اہانت ہے ضرور
اس میں ہر عاقل کی ذلت ہے ضرور

حق ہے بیشک ایسا مذہب کچھ نہیں
جز غلامی اس کا مطلب کچھ نہیں

ایسے مذہب پر ہو لعنت صبح و شام
کیجئے اس پر ملامت صبح و شام

سخت نادانی ہے اس کی پیروی
کفر و گمراہی ہے اس کی پیروی

## مذہب کیا چیز ہے

بلکہ مذہب نام ہے قانون کا
جس کو خود اللہ فرمائے عطا

جو دکھائے خیر مطلق کا طریق
جو بتائے مرضیٔ حق کا طریق

جو سکھائے ہم کو سارے نیک کام
ہر بھلائی کا ہمیں جو دے پیام

جو بنا دے آشنا مقصود سے
جو ملا دے عبد کو معبود سے

خیر کے وہ اختیاری کام ہوں
جو ہر اک انسان سے انجام ہوں

جس نے فرمایا ہے خلق کائنات
اس نے ہی بھیجے ہوں آئینِ حیات

جس نے بخشا ہے عدم سے یہ وجود
اس نے ہی بخشا ہو طرزِ ہست و بود

بندہ خود مالک سے لے گا قاعدے
وہ بتائے گا ضرر اور فائدے

خود بناتا ہے جو بھیجے ہم کو
کام کے آغاز کو انجام کو

جس نے بھیجا ہے عبادت کے لئے
خود بتائے گا وہ اس کے قاعدے

جس کو دینا ہے اطاعت پر ثواب
خود کہے گا یہ خطا ہے یہ صواب

جو گناہ و کفر پر دے گا عذاب
پہلے کہہ دے گا یہ ہے راہ عتاب

اس کے ملنے کا وہی ہے راستہ
جس کے چلنے کا وہی دے خود پتہ

اس کی مرضی کے موافق نیک کام
ہوں گے وہ جن کا وہی دے گا نظام

غیر کو معلوم کیا ہے کیا پسند
جس کو مرضی سمجھے ہو شاید گزند

دوسرے کو کیا خبر اس بات کی
اس میں عقلی ڈھینگ باطل ہے سبھی

جن کو سمجھے عقل اسباب نجات
شاید ان سے ہو ہلاکِ کائنات

جس نے ہر ناپید کو پیدا کیا
ہے اسی کو واقفیت کا پتہ

کیا بھلائی واقعی ہے کیا نہیں
عقل سے معلوم ہو سکتا نہیں

عقل اک مخلوق ہے محدود ہے
حد سے آگے اس کی راہ مسدود ہے

مذہب اک دریائے ناپیدا کنار
عقل قاصر مختصر بے اعتبار

عقل اور اسرار ہر رانہ و نیازہ
پا سکے مخلوق کب خالق کے راز

عقل کی ہے دوڑ تخمینہ قیاس
جو حقیقت کے نہیں ہیں آس پاس

عقل میں رہتا ہے پھر ردّ و بدل
آج جو بہتر ہے وہ بدتر ہے کل

ایک کہتی ہے جسے بے حد بُرا
دوسری کہتی ہے اس شئے کو بھلا

چل رہے ہیں ہر طرف اٹکل کے تیر
اندھے کی لاٹھی اور اندھا بھی شریر

مذہب اک راہ خدا کا ہے جو نام
مت بناؤ عقل کا اس کو غلام

ہاں مگر ہے عقل کا اتنا سا کام
کر لے مذہب کی پرکھ کا انتظام

کیونکہ ہے دنیا میں مکاری بہت
جھوٹ، دھوکہ، چال عیاری بہت

اور حق ہوگی ہمیشہ ایک بات
بد ہی ہوگی یا کہ ہوگی نیک بات

ورنہ پھر ایسا تو ہو سکتا نہیں
دونوں باتیں حق ہوں ہے یہ با نہیں

ایک شے مرضی بھی نامرضی بھی ہو
ہو بری بھی اور پھر اچھی بھی ہو

اس لئے کرنی ہے تحقیقات خوب
جب کہیں نکھرے گی جا کر بات خوب

جب کسوٹی پر کھرا آ جائے مال
سامنے پھر اس کے دے ہتھیار ڈال

دین میں رکھے اگر یہ پھر قدم
عقل کا کرنا پڑے گا سر قلم

عقل سے وہ لیں کہ جو ہے اس کا کام
یہ کہ طبعی خواہشوں کو دے لگام

(باقی آئندہ)

# ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۳ | ۹ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء | شمارہ ۲۱


## عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہے۔ آج سے ۱۴۳۰ سال قبل ایک روایت کے مطابق اس مہینہ کی ۱۲ تاریخ سید الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت کا دن ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں تو اس تقریب سعید کو منانے کا کوئی اہتمام نہیں تھا۔ اگر اس دن کوئی تقریب منائی جاتی تو ولادت کی تاریخ میں ان کے ہاں اختلاف نہ ہوتا اور یہ اختلاف ان کے ہاں موجود تھا۔ ایک روایت میں ۹ ربیع الاوّل ولادت کی تاریخ بتلائی گئی ہے اور یہی زیادہ صحیح مانی جاتی ہے۔ دوسری روایت میں ۱۲ ربیع الاول ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ حضورؐ سے صحابہ کرامؓ کو جو عشق تھا۔ وہ بعد میں شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو۔ اگر اس یوم سعید پر کوئی تقریب منانا اللہ اور رسول اللہ کی خوشنودی کا سبب ہوتا تو صحابہ کرامؓ اس دن ضرور اہتمام کے ساتھ کوئی تقریب مناتے۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت با سعادت پر اور نہ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کی ولادت پر کوئی تقریب منائی۔ حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کا اسوہ حسنہ ظاہر کرتا ہے کہ اس دن کسی تقریب کا منانا اسلام کا جزو نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ آج سے تقریباً ۲۰ سال پہلے عرف عام میں ربیع الاوّل کا مہینہ بارہ وفات کا مہینہ کہلاتا تھا۔ کیونکہ اتفاق سے آپؐ کا وصال بھی اسی ماہ میں ہوا تھا۔ گویا اس وقت خوشی کی بجائے اس دن سوگ منایا جاتا تھا

ظاہر ہے کہ اگر کوئی حرکت اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو خوشی کی بجائے سوگ کا دن منانا اپنے اندر زیادہ عبرت کا سامان رکھتا ہے۔ لیکن زندہ دلان پنجاب نے چند سال ہوئے اس دن سوگ کی بجائے خوشی منانی شروع کر دی۔ اس تبدیلی پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ بشرطیکہ اللہ تعالےٰ کی رضا کو پیش نظر رکھا جائے۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ اگر مسلمان صحیح معنوں میں حضورؐ کی ولادت کا دن منائیں اور ہر معاملہ میں آپؐ کا اتباع کرنے لگ جائیں تو ان کی دین و دنیا کی ساری مشکلات حل ہو سکتی ہیں ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

خوشی اور سوگ دونوں موقعوں کے لیئے ہمارے پاس حضورؐ کا اسوہ حسنہ موجود ہے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم نہ خوشی میں اس پر عمل کرتے ہیں اور نہ غمی میں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر جلسے ہوتے ہیں اور جلوس نکالے جاتے ہیں۔ جلسوں میں بہترین مقرر آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کرتے ہیں۔ لیکن ان میں اکثر ان باتوں کے عامل نہیں ہوتے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ معدودے چند اللہ کے بندوں کے سوا نہ سامعین اور نہ مقررین اوقات نماز کی پابندی کرتے ہیں۔ اسی طرح جلوسوں میں بھی حضورؐ کے اسوہ حسنہ کی پرواہ نہیں رہتی۔ ہماری خواہش تو یہ ہے کہ بے شک آپ جلسے کیجئے جلوس نکالئے۔ اور حضورؐ کی ولادت با سعادت کا دن شان سے منائیے۔ لیکن خدا را ایسی حرکتیں نہ کیجئے۔ جس سے اللہ تعالےٰ بھی ناراض ہوں اور جب ان نازیبا حرکات کی رپورٹ حضورؐ کے ہاں پہنچے تو انؐ کو بھی قلق ہو۔ اذان سُن کر جلسے اور جلوس فوراً بند کر کے نماز ادا کریں۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر ان میں حصہ لیجئے۔

ع چشم ما روشن دل ما شاد

آخر میں ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین اور یہی عید میلاد النبی کا پیغام ہے۔

## وحدتِ مغربی پاکستان

ہماری صوبائی حکومت نے محض اقتدار برقرار رکھنے کی خاطر وحدت مغربی پاکستان کو ختم کرانے کے لئے جو قرارداد منظور کی ہے۔ اس سے مسلمانوں کی اکثریت کے دل مجروح ہوئے ہیں۔ وحدتِ مغربی پاکستان جس کا قیام آج سے تقریباً دو سال قبل معرضِ وجود میں آیا تھا۔ اب افسوس ہے کہ اس کو سیاسی دھڑے بندیوں کی بنا پر ختم کیا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وحدت کے نظم و نسق میں خرابیاں آ چکی تھیں۔ اس لئے اس کو کالعدم کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ لیکن حقیقی طور پر ایسا نہیں۔ موجودہ وزارت جب صرف آج سے چند ماہ پیشتر معطل ہوئی تو معطل شدہ وزرا نے بڑے طمطراق سے کہا کہ ہم نے وزارت کا تعطل اس لئے کروایا ہے کہ وحدت کو خطرہ تھا اس بیان کی توثیق مرکزی حکومت نے بھی بعد ازاں کر دی۔ یہ عجیب بات ہے کہ وہی وزارت اور وہی وزیر جب دوبارہ بحال ہوئے تو انہوں نے خود سب سے پہلا کام یہی کیا کہ وحدت کو ختم کرانے کی قرارداد منظور کرائی۔

اس قرارداد کی دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ عوام وحدت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ہماری رائے میں ایسا کہنا سراسر عوام پر ظلم ہے۔ آج سے دو سال قبل مرکزی اور صوبائی حکومتوں پر مسلم لیگ قابض تھی۔ جب اس کے

سربراہوں نے وحدت کی تشکیل کی سوچی گو ہم میں سے ہر ایک جانتا ہے کہ انہوں نے عوام کی رائے کسی طرح بھی دریافت نہ کی۔ اس سوال پر رائے شماری استصواب رائے یا عوامی رائے دریافت کرنے کی کوئی تجویز نہ کی گئی بلکہ اس زمانے کے پاکستانی وزیر اعظم نے خود ہی عوام کی طرف سے سرٹیفکیٹ دے دیا کہ عوام کی خواہش ہے کہ یونٹ بنایا جائے۔ پھر جب موجودہ وزارت معطل ہوئی۔ تب بھی عوام نے وزراء کی ملامت نہ کی کہ آپ وحدت کی آڑ کیوں لیتے ہیں۔ ہم وحدت نہیں چاہتے۔ اور پھر جب وزارت دوبارہ بحال ہوئی تو پورے مغربی پاکستان میں یونٹ کے خلاف ایک جلسہ بھی نہ ہوا۔ جس کی بنا پر متذکرہ قرار داد کی نوبت آتی۔ ان حالات میں یہ لوگ عوام کا کس طرح نام لیتے ہیں کہ انہیں یونٹ منظور ہے یا نہیں۔

عوام کی اکثریت ہر اس چیز کو پسند کرتی ہے۔ جس میں اکثریت کا مفاد ہو۔ چونکہ وحدت مغربی پاکستان میں صوبائی عصبیّت جگہ جگہ وزارتوں اور لیڈر شپ کا خاتمہ ہوتا تھا۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ عوام یونٹ کو پسند نہ کرتے ہوں۔ باقی رہا سیاسی پارٹیوں کا سوال۔ ان سب کا موقف واضح تھا۔ مسلم لیگ خود وحدت کی خالق تھی۔ لہذا من حیث الجماعت اس کی مخالفت نہ کر سکتی تھی ری پبلکن جماعت خود وحدت کی وجہ سے معرضِ وجود میں آئی تھی۔ یعنی جبکہ ڈاکٹر خاں صاحب انفرادی طور پر حکومت نہ چلا سکے۔ تو انہوں نے ایک پارٹی کی ضرورت سمجھی۔ بعد ازاں یہ پارٹی خود کو وحدت کا نگران اور محافظ گردانتی رہی۔ البتہ ملک میں چند ایسے افراد تھے جو اس کے خلاف آواز اٹھاتے رہے۔ حقائق شاہد ہیں۔ کہ ان افراد کو کم از کم پاکستان میں کبھی معمولی سا بھی اقتدار حاصل نہ ہوا اور نہ عوام نے انہیں کوئی اہمیت دی۔

اب موجودہ وزارت نے محض اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے ایسے افراد کے کہنے پر وحدت کے خلاف قرارداد منظور کی ہے۔ یہ مستقبل بتائے گا کہ اس قرارداد کا مرکز میں کیا حشر ہوتا ہے

البتہ اس اقدام سے بہت سے مسائل الجھ گئے ہیں۔ جب تک موجودہ عبوری صورت حال ختم نہیں ہوتی۔ عوام بد دلی اور غیر یقینی کا شکار رہیں گے۔ ہمارے سیاسی دیوالیہ پن پر اغیار جس طرح طعنہ زنی کر رہے ہیں۔ وہ اس کے علاوہ ہے۔

ابھی یہ سطور لکھی جا رہی تھیں کہ صدر اور وزیر اعظم پاکستان کے بیانات منظر عام پر آ گئے۔ متذکرہ قرارداد کے پاس ہونے کے دن سے لے کر آج تک مرکزی لیڈر شپ خاموش تھی۔ کچھ دن قبل جب وزیر اعظم ڈھاکہ سے واپس کراچی آئے تو انہوں نے وحدت سے متعلقہ قرار داد پر کچھ کہنے سے پہلے احتراز کیا۔ لیکن پھر کہا کہ صدر سے مشورہ کے بعد کچھ کہوں گا۔ چنانچہ چند دن پہلے اخبار میں موصوف کا بیان جملہ قارئین کرام کی نظر سے گزرا ہوگا۔ آپ نے کہا کہ اس مرحلہ پر جب کہ ہم انتخاب کرانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ اگر وحدت کو ختم کرنے کا سوال اٹھایا گیا تو انتخابات کم از کم ۱۹۶۰ء تک بھی نہیں ہو سکتے۔ آپ نے مزید کہا کہ انتخابات میں التواء کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ عوام کے نام پر وحدت کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ انتظار کریں۔ عوام کو موقع دیں اور دیکھیں عوام وحدت کے مخالف ہیں یا موافق۔ یہی انتخابات ایسے خانہ ساز لیڈروں کا بھرم کھول دیں گے۔

مرکزی رہنماؤں کے یہ بیانات کسی تبصرہ کے محتاج نہیں۔ لیکن یونٹ کے چند مخالف لوگوں کی دوغلی حکمت عملی پر کچھ کہے بغیر رہا بھی نہیں جاتا۔ یہی لوگ ہیں جو بھارتی لیڈروں سے بھی زیادہ ملکی حکومت کو طعنہ دیتے رہتے ہیں۔ کہ یہاں دس سال سے انتخابات نہیں ہو رہے لیکن ان کی سیاست ملاحظہ ہو کہ اس نازک مرحلہ پر جب انتخابات میں صرف چند ماہ باقی ہیں۔ یہ لوگ آئین ہی کو زیر و زبر کرنا چاہتے ہیں اور انتخابات کو کھٹائی میں ڈلوا کر اپنی قیادت چمکانا چاہتے ہیں۔ صدر اور وزیر اعظم اس جرأت مندانہ بیان پر تحسین کے مستحق ہیں۔

## تعلیم کے نام پر

ثانوی تعلیمی بورڈ نے میٹرک کے نصاب میں ناچ گانا وغیرہ شامل کر کے اپنی اسلام دشمنی کا بیّن ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ افسوس ہے کہ آج کے مسلمان ذمّہ داران تعلیم وُہ کچھ کر رہے ہیں۔ جس کو کرنے کی سابقہ انگریزی حکومت کو بھی جُرأت نہیں ہوئی تھی غیر ملکی حکومت اگرچہ غیر مسلم تھی لیکن اُسے کم از کم مسلمانوں کے جذبات کا احساس تھا اور اُس نے کبھی اس طرح جذبات مجروح کرنے کی کوشش نہ کی۔ اگرچہ میوزک وغیرہ اعلےٰ تعلیم میں نصابی طور پر پہلے بھی موجود تھے۔ لیکن وہ نصاب محدود طبقہ کو متاثر کرتا ہے۔ اس کے برعکس میٹرک کے درجہ کی تعلیم ملک کی آبادی کا بہت بڑا حصّہ حاصل کرتا ہے۔ اس لئے ناچ گانے کی تعلیم کے مہلک اثرات کا ملک میں عام ہونے کا خطرہ ہے۔ ثانوی بورڈ کو یہ خیال نہ آیا کہ ہم نے اپنے آئین میں اس امر کا عہد کر لیا ہے کہ ہمارا کوئی قانون اور کوئی ضابطہ کتاب و سنّت کے خلاف وجود میں نہ آ سکے گا۔ ثانوی بورڈ کے ارباب حل و عقد اس امر سے ہرگز لاعلم نہیں کہ ہمارے مذہب میں ناچ گانا سخت مذموم و ممنوع ہے۔ صوبائی وزیر تعلیم سے ہمیں اُمید ہے کہ وہ اولین فرصت میں بورڈ کے اس فیصلہ کو منسوخ کرنے کے احکام صادر کریں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# خُطبہ یومِ الجمعۃ

## اصلی عزّت

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

قولہٗ تعالےٰ اَلَّذِیۡنَ یَتَّخِذُوۡنَ الۡکٰفِرِیۡنَ اَوۡلِیَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ؕ اَیَبۡتَغُوۡنَ عِنۡدَہُمُ الۡعِزَّۃَ فَاِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ؕ

(سورۃ النساء رکوع ۲۰)

**ترجمہ:**۔ وہ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے ہاں عزّت چاہتے ہیں۔ سو ساری عزّت اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔

برادران اسلام! آج کی معروضات کا عنوان اصلی عزت ہے۔ اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ میں نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں۔ لہذا عزّت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی عزّت اصلی۔ سچّی۔ کھری۔ اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسری قسم کی نقلی۔ جھوٹی۔ کھوٹی اور چند روز کے بعد چھن جانے والی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہر عقلمند اصلی سچی۔ کھری اور ہمیشہ رہنے والی ہی کو پسند کرے گا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ انسان دھوکہ کھا جائے اور نقلی کو اصلی جھوٹی کو سچی۔ کھوٹی کو کھری اور فنا ہو جانے والی کو ہمیشہ رہنے والی خیال کرے۔ مسلمانوں کو دھوکہ سے بچانے کے لئے ہی آج اس عنوان کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

### دونوں نمونے

واقعہ یہ ہے کہ اس جہان میں ہمیشہ دونوں نمونے چلے آ رہے ہیں کھری عزّت والے بھی ہمیشہ آ رہے ہیں اور کھوٹی عزّت والے بھی نسلاً بعد نسلٍ چلے ہی آتے ہیں۔

### حضرت نوح علیہ السّلام

کے زمانہ میں جو واقعہ ہُوا۔ وہ سورۃ ہود کے رکوع نمبر ۳ پارہ نمبر ۱۲ میں ہے۔ طوالت کے خوف سے فقط آیات کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

اور ہم نے نوح کو اس قوم کی طرف بھیجا۔ بے شک میں تمہیں صاف ڈرانے والا ہوں (۲۵) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ڈراتا ہوں (۲۶) پھر اسکی قوم کے جو کافر سردار تھے وہ بولے ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں۔ وہ بھی سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے سے کوئی فضیلت نہیں پاتے۔ بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں (۲۷)

### حاصل

یہ ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو کافروں کے سردار حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام سے کہتے ہیں۔ کہ تم جھوٹے ہو اور ان پر ایمان لانے والوں کو رذیل اور ذلیل سمجھتے ہیں۔

### نتیجہ

آپ نے دیکھا کہ پھر نتیجہ کیا نکلا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تابعداروں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے غرق ہونے سے بچا لیا اور جو اپنے آپ کو معزز خیال کرتے تھے۔ انہیں غرق کر دیا گیا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ملتا ہے۔ سورۃ ہود رکوع ۴۔

اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر۔ بیشک وہ غرق کیئے جائیں گے (۳۷) اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب اس کی قوم کے سردار ان پر گزرتے اس سے ہنسی کرتے۔ کہتے۔ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے۔ جیسے تم ہنستے ہو۔ (۳۸) تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا۔ کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا۔ اور کس پر دائمی عذاب اُترتا ہے (۳۹)

### بالآخر

جب حضرت نوح علیہ السّلام نے اپنی کشتی مکمل کر لی۔ خدا نے زمین کی سوتیں کھول دیں اور آسمان سے پانی برسایا۔ ڈیڑھ سو دن تک پانی کی باڑھ زمین پر رہی اور پانی زمین پر بے انتہا بڑھ گیا اور سب اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں۔ پندرہ پندرہ ہاتھ پانی اُن کے اوپر چڑھ گیا اور ہر ایک جاندار جو خشکی پر تھا اور کل انسان مر گئے۔ سوائے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تابعداروں کے اور کوئی بھی نہ بچ سکا

### عبرت

برادران اسلام۔ آپ نے دیکھا۔ جو لوگ اپنے آپکو معزز سمجھتے تھے۔ وہ دُنیا میں ذلت اور لعنت کی موت سے مرے اور ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن گئے اور جو خدا پرست تھے وہ دُنیا میں بھی عذاب الٰہی سے بچ گئے اور اپنے پیغمبر کے اتباع کی برکت سے آخرت میں بھی بہشت کے وارث بن گئے۔

### حضرت موسیٰ علیہ السّلام

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے واقعہ میں بھی دونوں نمونے پائے جاتے ہیں۔ سورہ زخرف کے رکوع ۵ پارہ ۲۵ میں ارشاد ہے:۔

اور ہم نے موسےٰؑ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے امرائے دربار کی طرف بھیجا تھا۔ سو اس نے کہا کہ میں پروردگار عالم کا رسول ہوں (۴۶) پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لایا۔ تو وہ اس کی ہنسی اُڑانے لگے (۴۷) اور ہم ان کو جو کوئی نشانیاں دکھاتے تھے تو ایک دُوسرے سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ باز آ جائیں (۴۸) اور انہوں نے کہا اے جادوگر اپنے رب سے ہمارے لئے اس عہد سے جو تجھ سے اس نے کیا ہے دُعا کر۔ ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے۔ (۴۹) پھر ہم جب ان سے عذاب ہٹا لیتے تو اُسی وقت عہد کو توڑ دیتے (۵۰) اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا۔ اے میری قوم۔ کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہیں۔ پھر تم کیا نہیں دیکھتے (۵۱) کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا (۵۲) پھر اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اُتارے گئے یا اس کے ہمراہ فرشتے پرے باندھے ہوئے آئے ہوتے (۵۳) پس اس نے اپنی قوم کو احمق بنا دیا پھر اس کے کہنے میں آ گئے۔ کیونکہ وہ بدکار لوگ

تھے (۵۴) پس جب انہوں نے ہمیں غصّہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پس ہم نے ان سب کو غرق کر دیا (۵۵)

## نتیجہ

فرعون اور اس کے امرائے سلطنت حضرت موسٰے علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ذلیل سمجھتے تھے۔ بالآخر حضرت موسٰی علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ تعالےٰ سے اپنی بندگی کا تعلق درست نہ کرنے کے باعث فرعون مع اپنے امرائے سلطنت کے بحیرہ قلزم میں غرق ہو کر دنیا میں لعنت کی موت سے مرتا ہے اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے کے لیئے اپنا ٹھکانا بنا کر جاتا ہے اور وہ موسٰے علیہ السلام جنھیں وہ ذلیل سمجھتا تھا۔ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں وہ مقبول ہیں۔ دنیا میں بھی مرحوم و مغفور تھے۔ اور آخرت میں بھی جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔

## آخری عرضداشت

میرے معزز بھائیو! اللہ تعالےٰ سے دُعا کرو کہ اللہ تعالےٰ ہمیں وُہ عزّت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو مرتے دم تک ساتھ رہے اور قبر میں بھی ساتھ جائے۔ میدان حشر میں ساتھ ہو اور جنت میں جا پہنچائے اور وہ فقط قرآن مجید کو معمول بہ بنانے اور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلنے سے ہی حاصل ہوگی۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

---

**بقیہ مجلس ذکر۔** کالم ۳ سے آگے۔

اللہ تعالےٰ کے ذکر میں یہ دو بڑے فوائد ہیں اور بھی بیشمار فوائد ہیں۔ لیکن یہ بہت بڑے فوائد ہیں اور انکی ہر آدمی کو تلاش ہے۔ دنیا کی زندگی ایک عجیب مصیبت ہے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ نبھا سکتے ہیں۔ جو سمجھ دار ہیں وہ روتے ہیں اور جو بے سمجھ ہیں وہ خوش ہیں سمجھ دار سمجھتے ہیں لیکن بےبس ہیں۔ بے خبر ہنستے ہیں اور بے خبر و پاگل کا مکان جل رہا ہو۔ کیا وہ ہنس رہا ہوگا۔ لیکن عقل و ہوش والے رو رہے ہونگے۔ اسیطرح دنیا دار تو پاگل کی طرح ہنستا ہے اور خوش گپیوں میں زندگی کے قیمتی لمحات ضائع کر دیتا ہے۔ قبر میں جاکر اُسے سمجھ آئیگی لیکن گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ سدا رہنا دور زماں دکھاتا نہیں

دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے اچھی طرح گزر سکتی ہے اس لئے اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کیجئے اور دُعا کیجئے کہ وہ عقل و ہوش سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

# مجلس ذکر

## ذکر الٰہی کی برکات

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰے عبادہ الذین اصطفٰے اما بعد:۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کی بیشمار برکتیں ہیں۔ آج میں ان برکتوں میں سے دو کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں

### ۱۔ اطمینان

دنیا میں ہر انسان اطمینان چاہتا ہے اطمینان کی ضد بے اطمینانی ہے۔ عربی میں اسے انتشار اور اضطراب کہتے ہیں ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کو اطمینان حاصل ہو اور وہ انتشار اضطراب بیقراری اور بے چینی سے نجات پائے۔ اطمینان والی حالت کو پسند کرتا ہے اور بے قراری کو ناپسند کرتا ہے۔ اطمینان حاصل کرنے کے لیئے مختلف وسائل مہیا کیئے جاتے ہیں۔ کاروباری آدمی وسیع کاروبار میں۔ زراعت پیشہ زیادہ رقبہ زمین میں جائدادوں کے مالک بکثرت جائیدادوں میں اسے تلاش کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب ذرائع بے چینی بڑھانے والے ہیں۔ ان سے اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا۔ دلدل کی طرح ان میں جتنا انسان پھنسے گا۔ اتنا ہی نیچے جائے گا۔ پہلے اگر تھوڑا کاروبار تھا تو بے چینی کم تھی۔ اب اگر وسیع ہو گیا ہے تو مصروفیت بڑھ جائے گی اور بے اطمینانی زیادہ ہوگی۔

اطمینان فقط اللہ تعالےٰ کے ذکر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ الرعد ع ۴ پ ۱۳)

(ترجمہ) خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔)

جس طرح ہر کمال کے حاصل کرنے کی ترکیب ہوا کرتی ہے۔ کاریگر شاگرد کو بتلاتا ہے۔ پھر اس سے مشق کراتا ہے اس کی غلطیاں درست کراتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ شاگرد ماہر کاریگر بن جاتا ہے بعینہٖ یہی طریقہ ذکر الٰہی سیکھنے کا ہے کامل طالب صادق کو سامنے بٹھا کر خود ذکر کرتا ہے اور اس سے ذکر کراتا ہے۔ پھر کامل کی توجہ سے طالب صادق کامل کا عکس لینے لگتا ہے۔ کامل کے لیئے ضروری ہے کہ وہ مدت مدید تک اپنے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنی تربیت کرا چکا ہو۔ اور طالب صادق کے لیئے عقیدت ادب اور اطاعت لازمی چیزیں ہیں اگر ان تینوں میں سے ایک میں بھی فرق آ گیا تو طالب کامل کے فیض سے محروم رہ جائے گا۔ میں نے اپنے حضرات کے یہاں دیکھا کہ بعض لوگ کافی عرصہ تک ان کی صحبت میں رہ کر بھی محروم رہے ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

بعض ایسے بھی دیکھے کہ حجرہ میں چند روز بٹھا کر خلافت دے دی۔ ویسے تو اللہ والوں کی صحبت رائیگاں نہیں جاتی کم از کم نماز پنجگانہ کی توفیق تو ضرور حاصل ہو جاتی ہے۔ مجالس ذکر میں شامل ہوں گے۔ بُری مجلسوں سے بچ جائیں گے مرنے کے بعد کامل جنازہ پڑھائے گا۔ دُعائے مغفرت کرے گا۔ یہ کیا کم فوائد ہیں۔

### ۲۔ استغنا

اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ایک تو اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اور دوسرے استغناء۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اللہ تعالٰی اُسے دوسروں کا محتاج نہ بنائے۔ استغنا کی ضد احتیاج ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کا خاصہ ہے کہ اس سے استغنا پیدا ہوتا ہے۔ ذاکر مستغنی عن الخلق ہو جاتا ہے۔ اگر ذکر کی دولت نصیب نہیں تو جتنی دنیوی دولت جمع کرے گا۔ اتنا ہی محتاج ہوتا چلا جائے گا۔ کسی اللہ والے نے فارسی میں کہا ہے

آنانکہ غنی ترند محتاج ترند

ترجمہ:۔ جو زیادہ دولتمند ہیں۔ وہ زیادہ محتاج ہیں باقی صفحہ ہذا۔ کالم اول۔

# مِیلادُ النّبیؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥
الحمد للہ وکفٰی باللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی
اما بعد

## ولادت باسعادت خیر الخلائق سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

برادران ملت ۔ وہ کون سا کلمہ گو ہے جسے خیر الخلائق سید البشر خاتم الانبیا والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر فخر نہیں ۔ ہر مسلم حضور سراپا نور کے وجود باجود کو ابر رحمت خیال کرتا ہے ۔ یہی نہیں بلکہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں ۔

## عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لئے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آب حیات ملا ۔ جس سے وہ دُنیا میں مُردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے ۔

ذلیل سے عزیز قوم بن گئے
بد اخلاق سے با اخلاق بن گئے
مفسد سے مصلح بن گئے
بد امن سے امن پسند بن گئے
راہزن سے محافظ راہ بن گئے
غیر متمدن سے متمدن بن گئے
چور سے پاسبان بن گئے
بُت پرست سے خدا پرست بن گئے

## انسان کی محسن حقیقی جل مجدہٗ سے سرکشی

حضور سراپا نور کے ظہور سے پہلے دنیا کیا تھی ایک ظلمت کدہ تھی ۔ محسن حقیقی جل مجدہٗ کی احسان [illegible] کا بازار گرم تھا ۔ عموماً ہر دل [illegible] کشی کے جذبات [illegible] سے لبریز تھا ۔ خدا پرستی جو انسان کا فطرتی جذبہ تھا ۔ اس کی بجائے حجر پرستی ، شجر [illegible] اور بُت پرستی وغیرہ کا دَور [illegible] تھا [illegible] وہ قومیں یہود و نصاریٰ [illegible] خدا پرستی کا دعوےٰ تھا اور [illegible] علیہم السلام کے نقش قدم [illegible] تھیں ۔ وہ بھی انسان پرستی [illegible] میں مبتلا ہو چکی تھیں [illegible] وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ پ ۱۰ ع ۱۱

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب
مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

ترجمہ :۔ یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام خدا تعالےٰ کا بیٹا ہے ۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کا بیٹا ہے ۔ انتہی ۔

## باہمی تعلقات کی خرابی

بعض طبقات انسانی میں اس قدر سنگدلی آ گئی تھی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے (عرب) یا گلا گھونٹ کر مار دیتے تھے (ہندوستان) یہ چلن پر فخر ہوتا تھا ۔ اور کہیں بعض انسانوں کو پیدائشی کمینہ اور خلقتی غلام سمجھا جاتا تھا اور اس خلقتی کمینہ کا سایہ دوسری قسم کے پاک انسانوں پر پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتے تھے ۔ حاصل یہ ہے کہ ساری دنیا میں ظلمت ، کفر ، شرک کی گھٹائیں چاروں طرف چھا رہی تھیں ۔ بد اخلاقیوں کا دَور دورہ تھا ۔ مذہب ایک بازیچۂ اطفال بنا ہوا تھا ۔ جیسے چاہا موڑا توڑا ۔ جسے چاہا کافر بنایا ۔ جسے چاہا [illegible] مستحق ٹھہرایا ۔ علماء اہل کتاب حق کی [illegible] میں تبدیل کرتے تھے ۔ خود کو مذہبی مقتدا ظاہر کرکے ہر قسم کے اموال الٰہی پر قابض ہوتے تھے اور ادائے حقوق اللہ میں سب سے زیادہ سست تھے ۔

قولہ تعالےٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ط پ ۱۰ رکوع ۱۱ ۔

## ضرورتِ مصلح

نظام عالم کو ان تمام آلائشوں سے پاک کرنے کے لئے ایک ایسے مصلح کی ضرورت تھی ۔ جس کی برکت سے یہ تمام نقائص دور ہو جاتے

## سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مخزن برکات

نظام عالم کو جس جامع ہادی کی ضرورت تھی ۔ ان تمام خوبیوں کا حامل عالم تقدیر میں سید المرسلین ۔ خاتم النبیین شفیع المذنبین کا وجود باجود تھا ۔ اس لئے دست غیب سے قرعۂ فال بنام فخر الاولین والآخرین فداہ ابی و اُمّی ہی نکلا ۔

## مُسلمانوں کا فرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے تھے اور جو فرائض منصبیہ آپ پر عائد کئے گئے تھے ۔ اُمّتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالات محمدیہ کا مظہر و مترجم بنے ۔ اسی حال محمدی کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعد ازاں اس قول و فعل محمدی کی تبلیغ کو اپنا فرض قرار دے ۔ تاکہ کہیں مندرجہ ذیل جرم کا مجرم قرار نہ دیا جائے ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْكِتٰبِ اُولٰٓىِٕكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۔ پ ۲ رکوع ۳

## سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرض

قولہ تعالےٰ :۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ پ ۲۸ رکوع ۱۱

ترجمہ :۔ خدا تعالےٰ وہ ذات (بے نیاز) ہے ) جس نے ان پڑھوں میں رسول بھیجا ۔ جو (فرض اوّل) یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ (ترجمہ) ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھتا ہے ۔ انتہی

تلاوت مسنونہ کے دو جزو ہیں ۔ الفاظ کا دہرانا اور معانی کا سمجھنا ۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کا حق صحیح تب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ پڑھنے والا دونوں کا لحاظ تام کرے اور اصل بات یہ ہے ۔ کہ قرآن حکیم کی تلاوت کا فائدہ بھی جب ہی ہوگا ۔ ہاں یہ جو قاعدہ شرعی ہے کہ ہر ایک حرف تہجی قرآن کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں ۔ وہ مسلّم ہے ۔ مثلاً الٓمٓ کی تلاوت سے تیس نیکیوں کا مستحق ہو جائے گا ۔ لیکن فرض کیجئے کہ ایک شخص قرآن حکیم کے ایک پارے کی تلاوت صبح کو کرتا ہے ۔ بے شک اس نے بفضلہٖ تعالےٰ نیکیوں کا ایک انبار اپنے اعمالنامے میں جمع کر لیا ۔ لیکن بازار یا دفتر میں جا کر انہی احکام قرآنی کی اپنی جہالت علمی کے باعث عملی مخالفت کرتا ہے ۔ جن کی تلاوت صبح کو کرکے آیا ہے تو وہ شخص قرآن حکیم روزانہ تلاوت کرنے کے باوجود فاسق بلکہ اپنے فسق پر مصر رہنے کرنے والا رہے گا ۔ یاد رہے کہ اصرار علی الصغیرہ

(چھوٹے گناہ پر ضد کرنا) گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کرنے والا اگر بغیر توبہ مرجائے تو اس کی سزا جہنم ہے۔ قرآن حکیم کے معنی سے ناواقف تلاوت کرنے والا ممکن ہے صغائر کو بھی نہ سمجھے اور ان میں مبتلا رہے معنی سمجھ کر پڑھنے والا اگر ایک رکوع کی تلاوت کرتا ہے۔ لیکن جو حکم احکم الحاکمین کی بارگاہ سے اُسے ملتا ہے۔ اُسے سمجھ کر قوتِ ایمانی کی برکت سے اس پر عمل کرنے کا عہد کرکے اُٹھتا ہے۔ تو وہ تھوڑے دنوں میں انشاء اللہ تعالےٰ اعلےٰ درجے کا پرہیزگار بن جائے گا۔

## ازالۂ غلط فہمی

مذکورالصدر عرضداشت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں تلاوت سادہ یعنی معنی سمجھے بغیر پڑھنے کا مخالف ہوں۔ میں تو تلاوتِ مسنونہ کی تفصیل عرض کر رہا تھا۔ اگر تلاوت کا حق تمام ادا نہ ہو سکے تو پھر جتنا ہو سکے اس سے قاصر نہ رہنا چاہیئے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (فرض دوم) وَ يُزَكِّيْهِمْ (ترجمہ اور ان کے باطن کو پاک کرتا ہے)

## توضیح مزید

یعنی امراض روحانی (حسد۔ بغض۔ کینہ۔ عداوت۔ تعصب۔ ہٹ دھرمی۔ غرور۔ انانیت تکبر۔ جاہ طلبی۔ زرپرستی۔ بدچلنی و بدخواہی وغیرہ) سے پاک کرتا ہے۔ سرور کائنات فداہ ابی و اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سوائے قرآن کریم کے اور کوئی نصاب تعلیم نہ تھا لہذا معلوم ہُوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اندر ان اوصاف حمیدہ کا پیدا ہو جانا محض قرآن حکیم کی تعلیم اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے تھا۔

## تزکیہ تصوّف

طرائق اربعہ (یعنی صوفیائے کرام کے چار طریقے نقشبندی۔ قادری۔ سہروردی اور چشتی) کے ذریعے سے جو تزکیہ کرایا جاتا ہے۔ اُس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کے دل میں محبتِ الٰہی کا ذوق اس طرح غالب ہو جائے۔ جس طرح محب و محبوب کا تعلّق ہوتا ہے۔ محب اپنے محبوب کی ہرادا پر فدا ہوتا ہے۔ اسی طرح خداپرست مومن اپنے محبوب و معشوقِ حقیقی جلّ مجدہٗ کے ہر ایک حکم کی تعمیل بخوشی کرے اور حجابات طبعیہ و رسمیہ مانع نہ ہوں۔

**مثال:**۔ صوفیائے کرام کی صحبت اور اشغال و لطائف تزکیہ کی مثال بعینہٖ اسی طرح پر ہے۔ جس طرح تختی کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔ تاکہ قلم بآسانی لکھ سکے۔ اور لکھا ہُوا صاف پڑھا جائے۔ حضرت مجدّد الف ثانی سرہندی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔ کہ طریقت اور حقیقت شریعت کی خادمہ ہیں۔

## لہذا

تزکیہ تصوفِ متعارف لوحِ دل کو احکام شریعت کے لکھنے کی خاطر صاف ستھرا کرنے کا نام ہے۔ وَاللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال

فرض سوم۔ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ۔ ترجمہ اور انہیں کتاب (اللہ تعالےٰ کی نازل کی ہوئی) پڑھاتا ہے۔

## تالی و معلّم کا فرق

تالی (تلاوت کرنے والا) فقط الفاظ کے دوہرانے والے کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ مخاطبین کے شکوک و شبہات میں سے ایک کا بھی جواب دینے کی استعداد نہ رکھتا ہو۔ لیکن معلم قرآن میں اس استعداد کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے متعلمین کے شکوک و شبہات رفع ہوں اور ان کا دل کتاب اللہ کے معانی کے علاوہ مصالح اور حکم سے بھی روشن ہو اور ان کے قلوب میں کتاب اللہ کے حقائق و معارف سے منزّل کتاب جل مجدہٗ و عزّ اسمہٗ کی عظمت و رفعت کا سکّہ بیٹھ جائے اور اس کتاب پاک کی تعلیم ربّانی کا وہ نشہ ان پر چڑھے کہ جب تک ساری دنیا کو پیغام حق پہنچا نہ لیں چین نہ آئے

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (فرض چہارم) وَ الْحِكْمَةَ (ترجمہ) اور وہ نبی انہیں حکمت سکھاتا ہے۔ انتہیٰ

حکمت کے معنی دانش ہیں۔ یعنی مقاصد قرآن حکیم پڑھانے کے بعد درسگاہ نبوی سے صحابہ کرام کو وُہ فہم و دانش اور عقل و شعور سکھایا جاتا ہے۔ جس سے مقاصد مہمہ قرآن بفضلہ تعالےٰ بآسانی حاصل ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ حکیم تو آج بھی مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن وہ دانش نہیں ہے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں حاصل ہوتی تھی۔ دُنیا بھر کے بہادر جرنیلوں سے بڑھ کر وہ بہادر جرنیل تھے۔ دُنیا بھر کے علما سے بڑھ کر وہ بڑے عالم تھے۔ دنیا بھر کے منصفوں سے بڑھ کر عالی دماغ منصف تھے۔ دنیا بھر کے منظّم فوجوں سے بڑھ کر وہ منظّم فوج تھے۔ دُنیا بھر کے سپاہیوں سے بڑھ کر فرمانبردار سپاہی تھے۔ دُنیا بھر کے مبلّغین سے بڑھ کر بہترین مبلّغ تھے۔ غرضیکہ ان کے تمام اقوال و افعال میں دانشمندی کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ ایک آج ہم ہیں کہ ہم پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے۔ اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

## آخری عرضداشت

مسلمانوں کا فرض ہے کہ میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکمت کو پیشِ نظر رکھیں جو آپ کے وجُود مسعود کے ساتھ وابستہ تھی۔ جس کا ذکر گزشتہ چار فرضوں میں آ چکا ہے اور اس کے احیا میں سرگردان و ساعی ہوں۔ فقط یہی کافی نہیں۔ کہ شیعہ حضرات کی طرح سال میں فقط ایک دفعہ اس واقعہ کی یاد تازہ کر دی جائے اس دن کچھ کھایا یا کچھ کھلایا یا کچھ وعظ کرایا۔ بس ختم شد۔ بلکہ ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر دن کے ۲۴ گھنٹوں اور ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹوں میں حکمت میلادالنبی صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال بنائے اور دوسرے بنی نوع انسان کو اس نعمتِ عظمےٰ کی شرکت کے لئے دعوت دیتا رہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ اٰمِیْن یَا اِلٰهَ الْعَالَمِیْنَ ۝

## موجودہ مجالس ہائے میلاد

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت باسعادت یا مناقب کا ذکر خیر موجب نزولِ رحمت الٰہیہ ہے۔ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور ایسی مجالس متبرکہ کا انعقاد جب کوئی چاہے۔ کر سکتا ہے۔ ان مجالس میں ایسے علمائے باخبر کو بلایا جائے جن کے دلوں میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا سچّا عشق ہو اور آپ کے اتباع سے ان کے اقوال و افعال۔ صورت و سیرت

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

# رحمۃ اللعالمین کی تشریف آوری

از جناب ایم عبدالرحمٰن صاحب لودھیانوی بی اے بی ٹی پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

## ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ پ ۲۱ ع ۸

خشکی اور تری دونوں میں انسانوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا تھا۔ اس وقت سیدالمرسلین رحمۃ اللعلمین دنیا کے لیے نجات و ہدایت کی بشارت لے کر آئے۔ آپ نے جہالت و باطل پرستی کی غلامی سے دُنیا کو دائمی نجات دلائی افضال و انعام الٰہیہ کے فتح باب کا مژدہ سنایا۔ نئی عمارت گو خود نہیں بنائی۔ مگر پُرانی عمارتوں کو ہمیشہ کے لیے مستحکم و مضبوط کر دیا۔ نئی تعلیم گو خود نہیں لائے۔ مگر پُرانی تعلیموں میں بقائے دوام کی روح پھونکی۔ مختصر یہ کہ فطرت کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہو گئی۔

یہی ماہ ربیع الاول تھا۔ جس میں دنیا کے روحانی نظام پر ایک عظیم انقلاب طاری ہوا۔ اسی ماہ کی شب دوازدہم تھی جس میں ارضِ الٰہی کی روحانی و جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے چھین کر دُوسری قوم کو دیا گیا تھا اور یہ اُسی قانون الٰہی کے ماتحت ہُوا۔ جس کی خبر حضرت داؤدؑ کو دی گئی تھی۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ (پ ۱۷ ع ۷) ترجمہ۔ اور ہم نے زبور میں پند و نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا۔ کہ بے شک زمین کی خلافت اور وراثت کے مالک ہمارے صالح بندے ہونگے۔

اس قانون کے مطابق دو ہزار سال تک بنی اسرائیل دُنیا کی وراثت پر قابض رہے اور خدا نے انکی حکومتوں اُن کے ملکوں اور اُن کے خاندان کو سارے عالم پر فضیلت دی۔ یہی مہینہ اور اس کی بارہویں تاریخ تھی۔ جس میں قانون الٰہی کے مطابق نیابت الٰہی کا ورثہ بنی اسرائیل سے لے کر بنی اسماعیل کے سپرد کیا گیا۔ وہ پیمانِ محبت جو خدا تعالےٰ نے حضرت اسحٰقؑ سے بیابان میں باندھا تھا۔ وہ پیغام بشارت جو یعقوبؑ کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے وقت سنایا گیا تھا۔ وہ رشتۂ الٰہی جو کوہ سینا کے دامن سے خدائے ابراہیمؑ و اسحٰقؑ نے بزرگ موسٰےؑ کی اُمت سے جوڑا تھا اور سرزمین فراعنہ کی غلامی سے ان کو نجات دلائی تھی۔ آہ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خود اُن کی طرف سے توڑ دیا گیا۔ داؤد علیہ السلام کے بنائے ہوئے ہیکل کا دَورِ عظمت ختم ہو چکا تھا اور وقت آ گیا تھا کہ اسمٰعیلؑ کی چُھنی ہوئی دیواروں پر خدا کے جلال و کبریائی کا تخت بچھایا جائے۔ یہ نصب و عزل عزّت و دولت، قرب و بعد ہجر و وصال کا مہینہ اور اس کی رات تھی۔ جس میں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہُوا۔ ایک کو دائمی سرگشتگی اور دُوسرے کو ہمیشہ کے لئے وصل کی کامرانی عطا ہوئی۔ ایک کا بھرا ہُوا دامن خالی ہو گیا۔ دُوسرے کی آستین دولت سے بھر دی گئی۔

پس ماہ ربیع الاوّل نافرمانوں اور ناقدروں کی عظمت کا اختتام اور فرمانبرداروں اور قدردانوں کے اقبال کا آغاز تھا۔ اسی لئے اس کا ورود ہمارے لئے جشن و مسرّت کا ایک پیغام ہوتا تھا۔ کیونکہ یہی دن ہمارے صحیفۂ اقبال کا صفحہ اولین تھا۔ اس ماہ کی آمد ہم کو یاد دلاتی تھی کہ بد اعمالیوں نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا اور اعمال حسنہ کے افتخار نے کس طرح ہمیں برکاتِ الٰہی کا مورد و مہبط بنایا۔ اس بارھویں تاریخ کا آفتاب ہمیں خبر دیتا ہے کہ کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہو گئی تھی۔ اور کس طرح آفتابِ رحمت نے طلوع ہو کر دنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں دُور کر دیں۔

ماہ ربیع الاوّل کی یاد جشن و مسرّت کا پیام اس لئے تھا کہ اس مہینہ کے دُوسرے ہفتہ میں مصلح اعظم رحمت عالم، دُنیا کا نجات دہندہ، افضل بشر، خاتم رُسل، صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا فرمان رحمت لے کر دنیا میں آئے۔ جس کے ظہور قدسی نے دُنیا کی شقاوت و حرمانی کا موسم بدل دیا گناہوں کی تاریکی اور بدیوں کی ظلمت کافور ہو گئی۔ اخوت و مساوات کی لہر نے عداوت و دشمنیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ بھولی بسری ہوئی مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑ دیا۔

مولانا ابوالکلام فرماتے ہیں۔ پس اگر ربیع الاوّل کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی و مسرّت کا دن تھا تو صرف اس لئے کہ اس مہینہ میں دنیا کے لئے دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا۔ جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی عطا فرمائی تھی۔ اور اس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا۔ پس ربیع الاوّل انسان کی آزادی کی پیدائش کا مہینہ ہے خوف غیر اللہ کی ہلاکت کی یادگار ہے۔ خلافت الٰہی کی بخشش کا اوّلین یوم ہے اس میں ظلم و فساد اور شر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی پس اے غفلت شعاران ملّت! تمہاری غفلت پر صد فغاں و حسرت ہے کہ تم اس ماہ مبارک کی اصلی عزّت اور حقیقت سے بے خبر ہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، در و دیوار کی آرائشوں اور روشنی کی قندیلوں میں ہی اس کے مقصود یادگاری کو گم کر دو۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ○

پ ۱۷ ع ۷۔

وہ آنے والا اس شان زیبائی و رعنائی سے آیا کہ زمین و آسمان میں تہنیت کے غلغلے بلند ہوئے۔ فرشتوں نے زمزمۂ تبریک گایا۔ سدرۃ المنتہیٰ کی حدود فراموش شاخوں نے جھولا جھلایا۔ ملاءِ اعلےٰ کی مقدس قندیلوں نے چراغاں کیا کائنات کے ذرّے ذرّے چمک اُٹھے فضائے عالم درود و صلوٰۃ کی فردوس گوش صداؤں سے گونج اُٹھی اور انس و جاں وجد و کیف کے عالم میں پکار اُٹھے۔ کہ

اے سوارِ اشہب دوراں بیا
اے فروغ دیدۂ امکاں بیا
در جہانِ ذکر و فکرِ انس و جاں
تو صلوٰۃِ صبح تو بانگِ اذان

یہ آنے والا رسول کافۃً اللنّاس و رحمۃ اللعٰلمین بن کر آیا۔ اور اپنے ساتھ وہ نظامِ عدل و حریّت لایا جو انسان کو دنیا بھر کی غلامی سے آزادی دلانے کا کفیل تھا۔ یہ پیغام کوئی انوکھا پیغام اور تعلیم کوئی نئی تعلیم نہ تھی۔ صداقت جہاں کہیں بھی تھی اسی کتاب مبین کا کوئی نہ کوئی ورق تھی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دنیا کو ملی۔ روشنی جس مقام میں بھی تھی اسی قندیل آسمانی کی کوئی نہ کوئی کرن تھی جو قلب محمدی میں اُتاری گئی۔ خدائے جلیل نے جو کچھ اپنے بندوں سے کہنا تھا۔ آخری مرتبہ کہہ دیا۔

اللہ کا وہ رسول جس پر نبوّت ختم کر دینے کا اعلان کر دیا گیا۔ اللہ کی وہ کتاب لایا جو دُنیا کی ساری بُرائیوں کو دُور کرنے کے لیئے کافی تھی۔ جب زمین پر فساد ہی فساد تھا۔ اس کتاب نے وہ انقلاب بپا کیا کہ ۲۳ سال ہی میں ایک چوتھائی دُنیا صحیح انسانیت سے روشناس ہو گئی۔

خلّاقِ عالم نے مخلوق کی ہدایت کیلیئے انبیا و رُسل بھیجے۔ جنہوں نے صراط مستقیم کی طرف گُم کردہ راہ بندوں کی رہنمائی کی۔ آخر ایک قانون مکمّل، ایک کتاب مقدس، ایک دن اس برگزیدہ ہادی اور خاتم النبیین کے ہاتھ بھیجا۔ جس کے لیئے عالمِ ازل میں مجلس میثاق سجائی گئی تھی، انبیاء و مرسلین کی ارواح سے اقرار و معاہدہ لیا گیا کہ جب وہ مبعوث کیئے جائیں اور وہ تمہاری نبوّت و کتاب و حکمت کی تصدیق فرمائیں تو اے تمام نبیو! اور تمام رسولو! تم پر لازم کیا گیا ہے کہ تم اُن پر ایمان لانا اور اُن کی نصرت کرنا۔ اس عہد و پیمان پر تمام مقدس انبیاء و رُسل کی روحوں کو باہم دگر شاہد و گواہ بنایا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے خود بھی ان کی شہادت پر مُہر تصدیق ثبت فرمائی انبیاء کرام و رسولانِ عظام نے اس ازلی میثاق کی اپنے اپنے عہدِ نبوّت میں اس طرح تعمیل کی کہ وہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت اپنے حلقۂ اثر میں دیتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی۔

اور دُنیا کا آخری پیغمبر محبوب ربّ العالمین خاتم المرسلین احمد مجتبیٰ محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ظلمت کدہ عالم میں آفتاب اسلام بن کر جلوہ گر ہُوا۔ صدیوں کی بگڑی ہوئی فضائیں کفر کی سیاہ گھٹائیں باطل و الحاد کی مسمُوم ہوائیں دیکھتے دیکھتے چند سال میں توحید الہٰی کی آغوش میں اسلام کے ترانے گانے میں مصروف ہو گئیں۔ حضور رحمۃ اللعالمین مدینہ شریف میں رونق افروز ہیں۔ سلاطین عالم کے نام فرامین کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی گئی ہے۔ سفرائے دربار رسالت شاہنشاہوں کے محلّات شاہی میں پُوری جلالت اسلامی کے ساتھ بے خوف و خطر ہادیئے اسلام کے فرمان پہنچا رہے ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتوں میں حیرت و استعجاب چھایا ہُوا ہے۔ دانا اور ہوشمند تاجدار یقین رکھتے ہیں کہ آج نہیں تو کل یہ سارے تاج و تخت محض عرَبی شاہسواروں کے رحم و کرم پر برقرار رہ سکیں گے۔ یہ ہمارے قانون و آئین جو ہمارے دماغوں کی ساخت ہیں۔ اسلام کے ابدقرار قانون کے آگے محض لا شیء ہو جائیں گے۔ مستقبل قریب میں دُنیا نے دیکھا کہ انقلاب عظیم آیا اور سیدنا فارُوق اعظمؓ کے عہدِ خلافت ہی میں بڑی بڑی سلطنتیں خلافتِ راشدہ کے زیرِ نگیں تھیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانہ میں انسانی ضروریاتِ زندگی کا کوئی شعبہ نہ چھوڑا۔ جس کے متعلّق قرآن و حدیث کے احکام کے مطابق مکمل قوانین مدوّن اور مُرتب نہ کیئے ہوں مگر چودھویں صدی کا مغرب زدہ مسلمان دماغ باختہ انسانوں کی طرح یورپ و امریکہ سے دنیاوی قانون کی بھیک مانگتا ہے۔ مغربی تعلیم کا یہاں تک اثر ہے۔ کہ لوگ کہہ اُٹھتے ہیں کہ اسلام میں کوئی قانون ہی نہیں ہے۔ قرآن نے کوئی ضابطہ حیات مدوّن ہی نہیں کیا ہے۔

اے مغرب زدہ مسلمان۔ اے تہذیب جدیدہ کے دلدادہ مسلمان ہوشیار ہو اور جلد ہوشیار ہو۔ تیری ترقی صرف اسی میں ہے کہ اسلام اور ہادئ اسلام کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم پر بعجلت گامزن ہو سُن اور گوشِ ہوش سے سُن۔ حضور سیّد الکونین محبوب ربّ المشرقین صلی اللہ علیہ وسلم نے اب سے پونے چودہ سو سال پیشتر جو تجھے پیغام دیا تھا۔ وہی تیری صحیح رہنمائی کر سکتا ہے۔

## آپ جامع کمالات تھے

انبیائے علیہم السّلام کے مدارج و مراتب ان کی ہمتوں اور اولوالعزمیوں کی مقدار کے مطابق اونچے ہوئے اور اُن کے منازل منصبوں میں متفاوت اور جُدا قرار دیئے گئے۔ مثلاً آدم علیہ السّلام برگزیدگی کے ساتھ۔ ادریس علیہ السلام اپنے علو مکان اور رفعت شان کے ساتھ۔ نوح علیہ السّلام اپنی دعا کی شرفِ قبولیّت کے ساتھ۔ ابراہیم علیہ السّلام خُلّت و وفا کے ساتھ۔ عیسیٰ علیہ السّلام مُردوں کو زندہ کرنے کے ساتھ ایک دوسرے سے علیحدہ اور جداگانہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا دولتِ احمدیہ اور رسالتِ محمّدیہ کا جب عالی شان جھنڈا بُلند ہُوا۔ تو آپ کی سطوت و شوکت کے نقیب نے آپ کے معزّز و مکرم اوصاف آپ ی حسنِ رعایت آپ کے جلیل القدر اسماء آپ کی قدر و منزلت کی تمام عالم میں شہرت دے دی۔ جو فضیلت و بزرگی انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائی جاتی ہے۔ وہ سب آپ کی ذات جامع کمالات میں جمعاً موجود تھی۔ گزشتہ تمام انبیاء میں جو بھی خوبی اور بزرگی تھی۔ اس کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں بھی رکھی گئی تھی۔ کوئی بھی تعریف کے قابل ایسی بات نہ تھی۔ جس کے آپ اہل اور لائق نہ تھے۔ غرضیکہ آپ کی ذات اقدس ایک ایسا صاف و شفاف آئینہ تھا۔ جس میں تمام اولوالعزم انبیاء کی خوبیوں کا عکس بڑی تابانی کے ساتھ پڑتا تھا۔ جب اس مُہر نبوت نے اوجِ جامعیت کے تمام مراتب کا دورہ طے کر لیا اور کمال کے درجہ کو پہنچ گیا۔ تو جناب الہٰی سے حضرت جبرئیل کو پیام آیا کہ آج کی رات ہمارے پاس اس ذی شان اور صاحب عزّت کو لا۔ جو مخلوق پر تمام خوبیوں کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ تاکہ مقام قاب قوسین او ادنٰے

کی وجہ سے تمام اہلِ کونین پر اس کو بزرگی اور فوقیّت حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کرامؑ کو آپ کے لیئے جمع کیا۔ جنہیں آپؐ نے نماز پڑھائی اور آپ سب کے امام بنائے گئے۔

فَیَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ
مَتٰی فَاحَ طِیْبٌ وَ وَافٰی نَسِیْمٌ

(ترجمہ) اے رب کریم! آنحضرتؐ پر مسلسل درود و سلام بھیج۔ جب تک کہ خوشبو پھیلتی رہے اور بادِ نسیم چلتی رہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات حدِّ شمار سے باہر ہیں۔ عقل انسانی کی کیا طاقت ہے کہ ان تک رسائی حاصل کر سکے۔ زبان میں کیا طاقت ہے کہ آپ کی تعریف و توصیف بیان کر سکے۔ اور قلم میں اتنی قدرت کہاں ہے۔ کہ کچھ لکھ سکے۔ مختصراً اتنا جان لیجئے۔ کہ حضورؐ تمام انبیاءؑ کے قافلہ سالار سب رسولوں کے سردار، سب میں افضل اور سب کے خاتم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام شرفِ تکلّم سے سرفراز تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام احیائے موتیٰ اور شفائے امراض کی صفتِ خاص سے ممتاز تھے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صفت علمی سے ممتاز و سرفراز کیا گیا ہے۔

آپ کا وجودِ گرامی آفتابِ ہدایت ہے جس طرح آفتاب و ماہتاب اس مادی عالم کی تمام ظلمتوں کو دُور کرتے اور اس کی بقا و ترقی کے لیئے حرارت و روشنی مہیا کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس عالم روحانی کے لیئے آفتاب کا حکم رکھتی ہے۔ اس آفتاب کی روشنی و حرارت جس قدر شدّت کے ساتھ انسانی قلوب و ارواح پر پڑے گی۔ اُسی قدر کثرت کے ساتھ دنیا میں مادی، اخلاقی، اور روحانی ترقی ہو گی۔ جبھی تو خدائے قدّوس نے اپنے حبیب کو سِرَاجًا مُّنِیْرًا فرمایا ہے۔ آپ کی تعلیم و سیرت ہی انسانی زندگی کی صراط مستقیم ہے۔ حضورؐ کی تعلیم اور سیرت ہی مسلمانوں کا مرکزِ حیات ہے۔ جس سے وابستہ ہو کر عظمت و اقبال کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کی حیات اقدس اور سیرتِ پاک کی پیروی سے مُردہ پیکر میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اخلاق و روحانیت اور تمدّن و معاشرت کی بنیادیں

استوار ہوتی ہیں اور انسانیت کے لیئے غیر متناہی ترقیات کا دروازہ کھلتا ہے۔ الغرض آپ کے مرتبہ کی حد ایک شاعر نے یہ بتلائی ہے

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

مسلمانوں کو خدا کے بعد سب سے زیادہ محبّت و عقیدت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ آپ کی محبّت ایمان باللہ کی علامت ہے۔ اور دینداری کی پہلی پہچان ہے۔ مگر یہ سمجھ لیجئے۔ کہ حضورؐ کی محبّت کا زبانی دعوےٰ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ جب تک کہ اُس کے ساتھ عملی ثبوت نہ ہو۔ محبّت و عقیدت کا صحیح اور سچّا جذبہ ہمیشہ صحیح اور سچّی محبّت کی حد تک رہنمائی کرتا ہے۔ اور سچّی محبّت کے معنی یہ ہیں کہ جس سے محبّت کی جائے۔ اس کے افعال و اقوال اور اعمال کی پُوری پُوری پیروی کی جائے اگر یہ بات نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت و عقیدت کا جس قدر بھی جوش و سرگرمی کا مظاہرہ کیا جائے گا۔ وہ محض ظاہرداری، ریاکاری اور نمود و نمائش پر مبنی سمجھا جائے گا۔

## عربی نظم کا ترجمہ

ایک شاعر نے عربی زبان میں آپ کی تعریف میں چند اشعار لکھے ہیں۔ جن کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم عرب و عجم کے سردار اور اشرف ہیں۔ آپؐ اپنے افعال و اقوال میں نہایت ہی سچّے اور راستباز ہیں۔ آپؐ تمام رسولوں کے تاج اور کُل زمین پر چلنے والوں سے بہتر ہیں۔ آپؐ بھلائیوں اور نیکیوں کے پھیلانے والے اور احسان و بخشش کے مالک ہیں۔ آپؐ عہد الٰہی کی پوری طرح نگہداشت کرنے والے ہیں۔ آپؐ پاک عادات اور نیک خصائل رکھتے ہیں آپ کے خمیر میں نور ملایا گیا اور قدامت کے زمانہ سے نورؐ کے لباس میں رہے۔ آپؐ قبیلہ مضر میں سے بہترین مخلوق الٰہی اور خدا کے تمام معزز پیغمبروں سے افضل ہیں۔ آپ کا تسکین بخش ذکر ہماری جانوں کو راحت دیتا ہے۔ آپ کی قدر کرنی تمام اُمتّوں پر فرض ہے۔ آپؐ دُنیا کی زینت و بہار ہیں۔ غم و رنج کو ٹال دینے والے ہیں آپؐ کے مناقب، خُوش اور پاک ہیں۔ جنہیں

خدا تعالےٰ نے کرم کے سانچے میں ڈھالا ہے آپ کے مراتب خدا تعالےٰ نے اُونچے کیئے اور اپنی بے حد نعمتوں کے ساتھ مخصُوص فرمایا۔ آپ ساری مخلوق سے چُنے ہوئے اور بہتر ہیں اور آپ کا پاک اور بے لوث دامن ہر قسم کی تہمت کے بدنما دھبّہ سے سُتھرا ہے۔ آپ کی بعثت کی وجہ سے دُنیا سرسبز اور پاک ہو گئی اور آپ آئتیں اور حکمتیں ساتھ لائے ہیں۔ قیامت کے دن آپ ہماری شفاعت کریں گے۔ آپ کا نور تاریکیوں سے نکال کر شاہراہ پر لاتا ہے۔ آپ ہمتّوں کو اوڑھنا بچھونا کیئے ہوئے خدا کے لیئے کھڑے ہیں۔ آپ تمام رسولوں کی مُہرِ نبوّت ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

آپؐ تو سارے جہان کے لیئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اگر کوئی بدبخت اس رحمتِ عامہ سے خود ہی نفع نہ اُٹھائے تو یہ اس کا قصُور ہے رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کا حلقۂ فیض اس قدر وسیع ہے کہ جو محروم القسمت مستفید نہ ہونا چاہے۔ اس کو بھی کسی نہ کسی درجہ میں بے اختیار رحمت کا حِصّہ پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا میں علوم نبوت اور تہذیب و انسانیت کے اصُول کی عام اشاعت سے ہر مسلم و کافر اپنے اپنے مذاق کے موافق فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نیز حق تعالےٰ نے وعدہ فرما لیا کہ پہلی اُمتّوں کے برخلاف اس اُمتّ کے کافروں کو عام و مستاصل عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔

## منظوم سوانح حیات قبل از نبوّت

محمدؐ مصطفٰے پُتلا ہے تو نورِ مجرّد کا
ہُوا خورشیدِ اقلیم عدم سایہ تیرے قد کا
خدا نے زیب و زینت کی جو بزم آفرینش کی
لگایا قدِ آدم آئینہ اس میں تیرے قد کا
خلف ہے وہ خلف مشکلکشا ہو جو اب و جدّ کا
وسیلہ بن گیا آدم کو اسم پاک احمد کا
سلف کی قسمتیں چمکیں ہُوا روشن جہاں سارا
رہا حامل وجودِ انبیا نورِ محمدؐ کا
حضورؐ اس وقت آئے لے کے شمع رُشد عالم میں
نہ تھا احساس باقی جب جہاں کو نیک اور بد کا
ازل کا چاند ہے فاران سے ضو پاش ہونے کو
جہانِ حُسن میں جلوہ ہی جلوہ ہے محمدؐ کا
حلیمہ سعدیہ دائی بنیں عہد رضاعت میں

شرف پایا خوشا قسمت رضائے ربّ ایزد کا
یتیم آمنہ آغوش عبدالمطلب میں ہے
جلو خانہ ہے کعبہ لمعۂ نورِ مجرّد کا
کفیل رحمت عالم ابوطالب نہ کیوں ہوتے
کہ تھا یہ انتخاب رُوحِ پرور جدِّ امجد کا
دمِ تعمیر کعبہ سنگ رو کی ذاتِ اقدس نے
مقدّر آپ کے ہاتھوں سے چمکا سنگ اسود کا
نبوّت کا ستارہ دونوں جانب جگمگایا ہے
حد صبح عرب سے قرب ہے یہ شام کی حد کا
نشاطِ صد تمنّا حاصل صد آرزو یہ ہے
نظر آئے جمالِ عارض زیبا محمّدؐ کا
نبوّت تھی نمایاں آپؐ کی پہلے نبوّت سے
شرف ظاہر جہاں پر تھا رسولِ ربّ ایزد کا
فرازِ عرش سے قرآں لیئے روح الامیں آئے
بنا غارِ حرا خلوت کدہ انوارِ سرمد کا
سرافرازِ نبوّت ہو چکے جب سرورِ عالم
علی الاعلان عالم نے پڑھا کلمہ محمّدؐ کا

## نبویؐ انقلاب

وہ جس نے امتیازِ اسود و احمر مٹا ڈالا
وہ جس نے فتنہ زارِ دہر کو جنت بنا ڈالا
وہ جس نے نوجوانوں کو دیئے خیبر شکن بازو
وہ جس نے کاخِ کسریٰ قصرِ قیصر کو ہلا ڈالا
وہ جس نے خاک کے ذروں کو رخشانی عطا کردی
وہ جس نے ساربانوں کو جہانبانی عطا کردی
وہ جس نے انتظامِ دہر کو آ کر بدل ڈالا
وہ جس نے کفر اور سرمایہ داری کو مسل ڈالا
وہ جس نے درسِ آزادی دیا ابدی غلاموں کو
وہ جس نے محورِ افلاک کو یکسر بدل ڈالا
وہ جس نے آکے انسانوں کی فطرت کو بدل ڈالا
وہ جس نے کہنہ اندازِ حکومت کو بدل ڈالا

## رسول کریمؐ کی عادات

آپ کی عادت تھی کہ ہر چیز پر غور و فکر کرتے اور اس کے نتائج پر نگاہ ڈالتے اصل حقیقت تو یہ ہے کہ خدائے عزّ و جل کی قدرت، آپ کی تربیت و تہذیب میں منہمک تھی۔ مگر بادی النظر میں سیرت نگاری کے ٹھوس پہلو کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ آپ کو سلیم فطرت اور صحیح مذاق عطا ہوا تھا۔ اس لیئے اپنی لاعلمی اور ناواقفیّت کے باوجود آپ کی خداداد ذہانت آپ کو نتائج کی تہ تک پہنچا دیتی تھی۔ اور عواقب امور پر آپ کی نظر جا پڑتی تھی آپ نے ذمائم اخلاق اور رسوم مشرکانہ کے نتائج کا اندازہ اپنی ذہانت سے کر لیا تھا اس لئے آپ نے خود اپنا دامن اخلاقی دھبّوں سے بچائے رہے اور اس پر کوئی چھینٹ پڑنے نہ دی۔ جھوٹ۔ فریب یا ظاہرداری کبر و رعونت، بغض۔ حسد۔ خواہش کاری گندہ زبانی اور لڑائی جھگڑوں سے مجتنب رہے اور کبھی ان صحبتوں کے قریب بھی نہ بھٹکے۔ جو اخلاق و انسانیت کے لیئے جراثیم ہلاکت سے کسی طرح کم نہ تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ غلاظتِ اخلاقی کی کوئی چھینٹ آپ کے سفید دامن پر نہ پڑنے پائی اور آپ کی جوانی، پاکبازی، صداقت و شرافت کا مظہر رہی۔ چلن نہایت شریف عادات۔ نہایت ستودہ اور خصائل نہایت پاکیزہ صورت اختیار کر گئے۔ قلب مبارک جذبات کا پھوڑا بنا ہوا تھا۔ کسی کی مصیبت و ایذا کو دیکھ نہ سکتے تھے اور درد کی ہر تڑپ اور تکلیف کی ہر کراہ آپؐ کو بے چین کر دیتی تھی۔ اس لئے آپؐ کے اندر غمخواری و ہمدردی، دلسوزی و شیفتگی رحم۔ مروّت۔ سیر چشمی و فیاضی و حمایت حق اور مخالفتِ باطل و درگذر۔ سلوک و خدمت اور کرم و رافت کے احساسات پیدا ہو گئے۔ صدق و دیانت و پاس وفا کی خوبیاں آپ کے اخلاق کا زیور، تعصّبات و کدورت کے لوث نے خانۂ دل میں کوئی گوشہ بھی اپنے لئے محفوظ نہ پایا۔ اور حیا و پاکدامنی آپ کا شعارِ عمل بن گئی۔

## غریبوں اور ضعیفوں کے غمگسار

غریبوں کی غمگساری۔ فلک زدوں کی اعانت۔ یتیموں کی امداد۔ بیواؤں کی خبر گیری اور درد رسیدوں کی داد رسی، صداقتِ اقوال اور سچائی عمل آپ کا شیوا بن گیا۔ کفار عرب بھی آپ کو الامین کا خطاب دینے پر مجبور ہو گئے۔ اور آپؐ کو آپؐ کی اخلاقی خوبیوں اور انسانی دلربائیوں کے باعث وقعت و احترام کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور آپؐ کی شرافت اور نیک چلنی کا شہرہ ہو گیا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ پ ۲۹ رکوع ۳۔

اللہ تعالےٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ کو پیدا فرمایا۔ کیا دیوانوں میں اُن اخلاق و ملکات کا تصوّر کیا جا سکتا ہے؟ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی۔ نہ اس کا کلام اُن کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آپ کی زبان قرآن ہے اور آپؐ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی، جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ آپؐ میں فطرۃً موجود، اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے۔ آپ طبعاً اُس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپ کا حسن اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں۔ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اتنا بلند ہو بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا؟ آپؐ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے آپ کو گھلائے ڈالتے تھے۔ جس کی بدولت "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ" کا خطاب سُننے کی نوبت آگئی تھی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دُنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو۔ جبتک یہ چیز قلب میں موجود رہیگی۔ تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اُترینگے (مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ)

عزیزانِ ملت:۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ پ ۲۱ رکوع ۱۹)۔

تمہارے لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سیکھنی بھلی تھی۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنیکی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد رکھتے ہیں۔ اُن کیلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے چاہیئے کہ ہر معاملہ ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں آپکے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں اُنکی چال سیکھیں۔ مگر وائے برحال ما۔ ہم زبان سے تو عاشق رسول ہونے کا بڑے زور شور کے ساتھ دعوےٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تن من دھن سب سے پیارے اور عزیز ہیں ہم ان پر قربان اور نثار ہیں۔ مگر عمل کی کیفیت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات دہرانا پر چلنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اور آپؐ کی پیروی سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ نہ صورت و شکل اُسوۂ رسول کے مطابق اور نہ لباس و وضع تمدن و معاشرت اور اخلاق و اعمال میں ہم پیروی کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی مرضی اور باپ دادا کی رسموں کے مطابق چلتے ہیں۔ ہمارا عملی تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

# مسئلہ زکوٰۃ اور دینی مدارس

از قلم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مفتی دار الافتاء دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک




جب سے پاکستان میں مذہبی اداروں اور دینی درسگاہوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ قوم کے دین پسند اور مذہب پرور اور علم دوست حضرات نے دینی درسگاہوں کو اپنی خصوصی توجہات کا مرکز بنایا ہوا ہے۔ ملک کی عام اقتصادی اور معاشی حالت کی خرابی کے باوجود قوم نے اپنے ان مقدس دینی مرکزوں کی خدمات انجام دینے میں کسی وقت بھی قربانیوں سے کسی قسم کا دریغ نہیں کیا ہے اور نہ ان کی حالت کو کمزور ہونے دیا ہے۔ یہ ان ہی کی خدمات کا نتیجہ ہے کہ آج اس دور پُر فتن میں بھی دینی مدارس اور علمی درسگاہیں ملک میں ترقی کی راہ پر گامزن ہیں اور قوم میں اسلام پسند طبقہ اپنے مقدس دین اور مذہب سے واقف اور اس سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

آج صرف مرکزی شہروں میں نہیں بلکہ شہر شہر اور گاؤں گاؤں مذہبی تعلیم کے لئے دینی اداروں کے قیام کا انتظام ترقی پذیر ہوتا جا رہا ہے۔ جس سے انشاء اللہ تعالےٰ قوم کی دینی حس بیدار ہو کر مذہب سے وابستگی اور بھی مضبوط اور مستحکم ہوتی جائے گی۔ ہمیں بارگاہ الٰہی سے قوی اُمید ہے کہ عنقریب وہ وقت آئے گا۔ جس میں ہزار مزاحمتوں کے باوجود بھی اسلام کا بول بالا اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو کر رہے گا۔ ولو کرہ المجرمون

لیکن اس کے ساتھ یہ چیز بھی کچھ کم قابلِ افسوس نہیں ہے کہ قوم کے ایسے جان نثاروں کی توجہات کو دینی جماعتوں اور مذہبی اداروں سے ہٹانے میں سب سے زیادہ پیش پیش وہی حضرات ہیں جو فطری طور پر ان دینی اداروں اور مذہبی درسگاہوں سے وابستہ اور علمی نسبت کے لحاظ سے مربوط نظر آ رہے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اپنی مطلب برآری کے لئے یہ حضرات مختلف طریقوں سے نیک دل مگر کم علم دینی جماعتوں اور مذہبی اداروں کے ہمدرد اصحاب کے دلوں میں یہ وسوسے ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مذہبی ادارے اور علمی درسگاہیں جو دینی جماعتوں کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ یہ انفاق فی سبیل اللہ کے لئے سرے سے مصرف ہی نہیں یا اگر مصرف ہیں بھی تو بہتر مصرف نہیں ہیں۔ بعض واعظین حضرات تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ دینی اداروں کے سفراء کے پاس جب چالیس روپیہ کی رقم جمع ہو جاتی ہے تو پھر ان کو مزید رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ اسی طرح اہتمام کے پاس بھی خزانے میں جب چالیس سے زاید رقم محفوظ ہو تو وہ بھی مزید رقم زکوٰۃ وصول کرنے کا شرعاً مجاز نہیں ہے

اس قسم کے سوالات بکثرت دار الافتاء میں موصول ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ دینی جماعتوں اور مذہبی درسگاہوں کی راہ میں کتنی رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔

دار الافتاء دار العلوم حقانیہ سے اگرچہ شخصی طور پر اس قسم کے سوالات کے جوابات برابر دیئے جاتے رہے ہیں تاہم ضروری اور زیادہ مفید یہ معلوم ہوا کہ مستقل طور پر اس مسئلہ کی مختصر تحقیق بھی دار الافتاء کی طرف سے شائع کر دی جائے تاکہ عام حضرات بھی مسئلہ کی حقیقت سے واقف ہو سکیں۔ اس کے علاوہ اس تحقیق اور مسئلہ کی اشاعت میں یہ چیز بھی ہمارے پیش نظر ہے کہ اس کو اہلِ علم حضرات تنقیدی نگاہ سے دیکھیں اور اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں دار الافتاء کو نوازیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ ان کے مشوروں پر عمل کرنے میں کوتاہی نہیں کی جائیگی

اب ذیل میں چند چیزیں بصورت تمہید پیش کی جاتی ہیں۔ تاکہ اصل مسئلہ سمجھنے میں مزید دقت نہ رہے۔

## علم دین ہی سے اسلام کی حفاظت ہو سکتی ہے

۱۔ کسی باشعور انسان اور اسلام سے باخبر آدمی سے یہ حقیقت شاید پوشیدہ نہ ہوگی کہ اسلام کی حفاظت ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔ جو روزِ ازل سے مسلمانوں کے اہم ترین فرائض میں شمار کیا گیا ہے۔ جو لوگ مخبوط الحواس اور گم کردہ راہ نہیں ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی حفاظت اور بقاء اس کا استحکام و ارتقاء عقائد اور اعمال کی درستگی اخلاق اور عادات کی پاکیزگی۔ قلوب و نفوس کا تزکیہ یہ سب چیزیں اگر ممکن ہو سکتی ہیں۔ تو صرف اس وقت ممکن ہو سکتی ہیں کہ اسلام کے احکام سے واقفیت بھی حاصل ہو اور اس کی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت بھی ہو۔ اس کے بغیر یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جہالت سے معاشرے میں پیدا شدہ خرابیاں اگر کبھی دور ہوئی ہیں تو مذہبی تعلیم ہی سے دور ہوئی ہیں۔ اسی طرح آئندہ بھی اگر کبھی دور ہوں گی، تو مذہبی تعلیم ہی سے دور ہوں گی۔ دوسری قسم کی تعلیمات اس بارے میں بالکل صفر ثابت ہوئی ہیں۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ غیر مذہبی تعلیمات ہی سے معاشرے میں بد اخلاقیاں پھیلی اور پھیلائی ہوئی ہیں تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

## ایک غیر اسلامی خیال

۲۔ دنیا کی اکثریت نے مغربیت اور دہریت سے مغلوب ہو کر اگرچہ یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یورپین تہذیب کی "نقالی" میں تمام ترقیوں کا راز پنہاں اور مغربی پیشواؤں کی پیروی میں ہر قسم کی کامیابی مضمر ہے۔ یا دہریت اور لادینی کی زندگی ایک روشن زندگی ہے اور مذہبی بندشیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے قریب ترین راستہ نہیں ہیں مگر اس قسم کے خیالات مبنی بر حقیقت یقیناً نہیں ہیں۔ یہ صرف ہوا پرستی اور غیر اسلامی خیالات اور رجحانات کی پیداوار ہیں۔ جو بد قسمتی سے مغربی آقاؤں کی

طویل جہالت کی بدولت بد نصیب مسلمانوں کو وراثت میں ملے ہیں اور مسلمانوں ہی کے بعض افراد اس قسم کے خیالات اور رجحانات کی اشاعت کو زندگی کا بہترین مشغلہ اور نوع انسانی کی عظیم ترین خدمت سمجھے ہوئے ہیں۔ ورنہ روز ازل ہی سے عدالت الٰہیہ میں جو فیصلہ کیا جا چکا ہے اور جس پر نوع انسانی کے بہترین خیرخواہ اور عظیم المرتبت شخصیتوں اور ہستیوں کی مُہریں ثبت ہیں، وہ یہ ہے کہ دُنیا اور آخرت دونوں میں نجات اور کامیابی کی کلید، خدائی ہدایت نامے پر مضبوط ایمان اور محکم عزم عمل ہے جو ہر قسم کی تاریکیوں میں روشنی کا کام دیتا ہے اور ہر قسم کی گمراہیوں سے بچانے کے لئے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام و یخرجھم من الظلمت الی النور باذنہ و یھدیھم الی صراط مستقیم۔

**ترجمہ:۔** "لوگو! اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک روشنی اور روشن کتاب (ہدایت نامہ اور ضابطۂ حیات) آ چکی ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو (دنیا و آخرت میں) سلامتی کی راہ دکھاتا ہے جو رضاء الٰہی کے طالب ہوں۔ ان ہی کو (کفر، ظلم، معصیت کے تاریک) اندھیروں سے نکال کر اپنی مشیت سے (ایمان۔ عدل۔ اطاعت کا) نور عطا فرما کر سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔"

اس آیت قرآنی کی روشنی میں عدالت الٰہی کا آخری اور قطعی فیصلہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گمراہی اور تباہی کی تاریک اور پُر خطر وادیوں میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو راہ راست پر لانے اور معصیت کے مہلک نتائج سے بچانے کے لئے اگر کوئی تدبیر کارگر اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہدایت نامے کو تمام شعبہ ہائے زندگی میں اپنے لئے مشعل راہ بنایا جائے۔ اس کے قوانین اور احکام پر مبنی نظام زندگی کو عملاً قائم کیا جائے اس کے نتیجہ میں انسان راہ حق کو پا سکتا ہے۔ اس قانون اور کتاب الٰہی سے منہ موڑ کر کسی دوسرے کی پیروی اور اتباع میں نجات ممکن ہے۔ بلکہ اس کے بتائے ہوئے صراط مستقیم سے ہٹ کر منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے راستہ مل سکنا ہی محال ہے۔ یہ وہ روشنی اور نور ہدایت ہے۔ جس نے ایک دفعہ جبکہ وہ اپنی اصلی شکل اور رنگ و روپ میں قائم تھا۔ دُنیا سے جہالت ظلم و عدوان بغاوت کا خاتمہ کرکے اپنے عادلانہ نظام حکومت اور حکیمانہ تعلیمات کے ذریعہ زمین کو بنی نوع انسان کے لئے ایک جنت اور آرام گاہ بنا لیا تھا اور یہ وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ جس کے اٹل قوانین کو اگر دُنیا پھر سے اپنے لئے مشعل راہ بنائے اور اس کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلنے کا عزم لے کر اُٹھے۔ تو وہ دن دور نہیں جبکہ پوری زمین پھر از سر نو مخلوق خدا کے لئے آرام گاہ بن کر رہے گی اور یلقی الاسلام بجرانہ علی الارض۔ کا دور پھر عود کرکے آئے گا۔

## (مگر ہوگا یہ کب؟)

۳۔ مگر یہ سب کچھ اسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ قوم کو مذہبی تعلیم سے روشناس کرانے کا مکمل انتظام ہو، کتاب و سنت سے ماخوذ علوم کی درس و تدریس ہو، دینی اداروں اور مذہبی درسگاہوں نیز اسلام کے لئے خدمت کرنیوالی جماعتوں کی طرف عام و خاص کی خصوصی توجہات ہوں۔ بحمداللہ اسی مقصد کے لئے ملک میں چند گنے چنے ادارے بنام مدارس دینیہ قائم کئے گئے ہیں۔ جو ایسے مخلص عالی ہمت حضرات کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ جن کے جذبۂ ایمانی اور پُر خلوص عمل کا لازمی تقاضہ یہی ہے کہ وہ اپنے اس اہم ترین مقصد میں جلد از جلد کامیابی سے ہم کنار ہوں۔ آمین۔

## (دینی مدارس کی تاسیس)

۴۔ اسلام میں دینی مدارس کی تاسیس کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ نہ اس کی اہمیت دین میں ثانوی درجہ پر رکھی گئی ہے بلکہ اسلام کی ابتدائی نشأۃ ہی سے درس و تدریس اور اس کے لئے مراکز کے قیام کی اہمیت داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر رہی ہے۔ جو لوگ اسلام کی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ عہد نبوی کے ہر دور میں حضور نے تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرمائی ہے۔ بالخصوص مدنی دور کے ابتداء میں تو خود حضور ہی نے کتاب و سنت کی تعلیم کے لئے مسجد نبوی ہی میں ایک دینی مرکز قائم کیا تھا۔ جو صفہ کے نام سے موسوم اور جس کے مصروف تعلیم طلبہ اور فارغ التحصیل فضلا "اصحاب صفہ" کے نام سے مشہور ہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) یہاں سے دینی مدارس کی تاسیس شروع ہوئی۔ کتاب و سنت کی تعلیم اور درس و تدریس کا آغاز ہوا۔ علوم دینیہ کی اشاعت کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر دور صحابہ میں اس نے غیر معمولی ترقی کر لی۔ تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں اس میں مزید توسیع کی گئی۔ ملک میں مختلف مقامات پر متعدد شہروں میں درس و تدریس کے لئے دینی مراکز اور مذہبی درسگاہیں قائم ہوئیں۔ جن سے مختلف مکاتیب فکر کے بڑے بڑے آئمہ اور مجتہدین رحمہم اللہ نکلے۔ متعدد ممالک میں تدوین فقہ اور احادیث کا کام شروع ہوا۔ آج دین اسلام جو بہت سے فتنوں کے درمیان سے محفوظ نکل کر اپنی اصلی شکل اور صورت میں ہم تک پہنچا ہے یہ اُن اکابرین دین اور آئمہ مذہب اور مجتہدین اسلام ہی کی کاوشوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء

آج کے دینی مدارس اسی سلسلے کی چند کڑیاں ہیں۔ جو اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر کام کرنے کا عزم کر چکے ہیں۔ خدا کرے کہ اس کے نتیجے میں بھی وہی کچھ ظہور میں آ جائے جو اسلاف کی محنتوں کے نتیجے میں ظاہر ہو چکے ہیں۔ آمین۔

چونکہ دنیائے اسلام کے تمام دینی اداروں اور ان سے تعلق رکھنے والے تمام اہل علم کے پیشوا اور مقتداء اسلام کا اولین دینی مرکز "صفہ" اور اس کے فارغ التحصیل فضلاء "اصحاب صفہ" ہی ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل کی سطور میں۔ ان کے مختصر حالات تحریر کئے جائیں۔ تاکہ آج کے دینی مدارس اور ان کے مصروف تعلیم طلبہ اور فارغ التحصیل فضلا کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی

# الاستفتاء

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی جمیل احمد صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

مؤدبانہ گذارش ہے کہ ڈائن کے دانت (یعنی انگریز کے مادر زاد پٹھوؤں نے) اسلام کے اقتصادی نظامِ حیات کی کشتی میں ایمان سوز رخنہ اندازی کر کے شریعتِ مطہرہ سے مکمل طور پر آنکھیں بند کر لی ہیں۔ بلکہ عامۃ المسلمین کو دین سے بے بہرہ رکھ کر بے دینی کا کھلم کھلا پروپیگنڈہ اور عملی انکار کا مہلک ترین طوفان برپا کر رکھا ہے۔ لہٰذا عصر حاضر اور روز مرّہ کے چند اہم ترین مسائل کا شرعی حل تلاش کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل استفتاء کا جواب ہفت روزہ خدّام الدین لاہور میں شائع کرا کر عام مسلمانوں کی صحیح راہ نمائی فرمائیں اور متاثرہ (زہر خوردہ) خواص پر بدلائل شرعی اتمامِ حجّت فرما کر عنداللہ اجرِ جزیل حاصل فرمائیں ؎

آئینِ جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی مسمی . . . . . . . کے فوت ہو جانے کے بعد اُس کے پسماندگان میں ایک بیوہ۔ ایک لڑکی (شادی شدہ) اور ایک لڑکا (شادی شدہ) ہے نیز جائیداد منقولہ و غیر منقولہ زرعی و سکنی بھی بفضلہ تعالیٰ خاصی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مرحوم کو فوت ہوئے تیرہ چودہ سال کا عرصہ ہو رہا ہے اور تاحال وارثان میں تقسیم شرعی کا خواب و خیال بھی نہیں ہے۔ البتہ حکم شرعی سے مطلع ہونے کے باوجود حیلے بہانے ڈھونڈھنے اور ننگ ہنسائی یا ناک کٹنے کے خوف سے خود بہن اپنے بھائی سے حصّہ طلب کرنے سے گریز کرتی ہے۔ چونکہ اس خاندان میں پشت ہا پشت سے شرعی تقسیم نہیں ہوتی رہی اور کئی ہمشیرگان وراثت کے شرعی حقوق سے محروم چلی گئی ہیں۔ اس لئے موجودہ بہن بھی اپنے بھائی کو محض زبانی طور پر اپنا حق معاف کر دیتی ہے اور کہتی ہے۔ جب میں خود اپنے بھائی سے حصّہ طلب نہیں کرتی تو دوسروں کو کیا حق پہنچتا ہے۔ حالانکہ وہ بیچاری اس بات کو فراموش کر جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور ہر مسلمان پر تعمیل فرض ہے۔ عموماً آج کل بہنوں کو یہ خیال بھی رہتا ہے۔ کہ اگر بھائی سے باقاعدہ جائیداد تقسیم کرا کر پائی پائی وصول کر لی تو پھر کس مُنہ سے اُس کے گھر آمد و رفت رہ سکتی ہے۔ اور جو آئے دن بھائی ہماری خدمت کرتے رہتے ہیں پھر وہ کس طرح پُر خلوص خدمت کر سکیں گے۔ حالانکہ یہ محض شیطان کا کا ایک وار ہے جس کی ہماری بے سمجھ بہنیں شکار ہو چکی ہیں گویا اپنا حصہ شرعی عارضی خدمت کے عوض قربان کر رہی ہیں اور خدا و رسولؐ کی ناراضگی اس پر مستزاد!

کاش کہ ایسی بے شمار علوم جدیدہ کی ماہر مگر علوم دینی سے بے سمجھ اور معذور بہنوں کی صحیح رہنمائی کے لئے کوئی مستحسن اور مؤثر شرعی نصیحت تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

۲۔ کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد مشینری یا جانور خرید و فروخت کرتے وقت اگر نقد ادائیگی کی جائے تو ۴۰۰/- روپے کی ہے اور مروّجہ امداد باہمی سکیموں کے تحت بذریعہ ماہوار اقساط یا اُدھار پر ۵۰۰/- روپے میں معاملہ طے کیا جائے تو زائد ایک سو روپیہ بصورت اُدھار یا قرض سود شمار ہوگا یا نہیں۔

۳۔ مروجہ امدادی کمیٹیاں جو پانچ روپیہ ماہوار قسط وصول کر کے قریباً آٹھ سال کی مدت میں اپنے ہر گروپ کے پانچ سَو ممبروں میں ہر ماہ بذریعہ خاص قرعہ اندازی پانچ سو تا ایک ہزار روپیہ تقسیم کرتے ہیں۔ اور جس ممبر کو پہلے دوسرے یا اسی سلسلہ میں ہر ماہ کے بعد ۵۰۰ روپیہ وصول ہو جائے تو اُس کے ذمہ سے باقی واجب الادا رقم ساقط ہو جاتی ہے۔ بواپسی تحریر فرمائیں۔ کہ ایسے کاروبار جاری کرنا اُس کے ممبر بننا یا اس میں دلچسپی لینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

۴۔ ریس گھوڑ دوڑ۔ لاٹری اور معمہ بازی (غلط عبارتیں لکھنا) اور لوگوں سے روپیہ بٹورنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

۵۔ ملازمین کی تنخواہ میں سے کچھ رقم ہر ماہ وضع کر کے جمع کراتے رہنا تاکہ پچیس سال کے بعد تمام جمع شدہ رقم (پراویڈنٹ فنڈ) یکمشت وصول کر کے اولاد کی محتاجی سے بچ کر بڑھاپے کی ضروریات کی کفالت ہو سکے۔ تو اس کثیر رقم اور طویل مدت پر زکوٰۃ کے حکم سے مطلع فرمائیں۔ نیز اس رقم پر جو سود (منافع سالانہ) مرتب ہو اُس کا حکم بیان فرمائیں۔

۶۔ ڈاکخانہ اور بنک میں جو روپیہ جمع کرایا جاتا ہے یا بجلی گھر کے میٹر کی زرِ ضمانت یا کسی دوسرے سرکاری و غیر سرکاری ادارہ میں بطور زر ضمانت نقد رقم جمع کرانی پڑتی ہے اور وہاں سے سالانہ منافع (سود) بھی وصول کرنا پڑتا ہے۔ (اور اگر سود نہ لیا جائے تو وہ روپیہ کسی غیر اسلامی پروپیگنڈہ پر خرچ کر کے مسلمانوں کو مرتد یا بے دین بنانے کی سکیموں پر صرف ہوتا ہے) تو ایسے منافع کے حاصل کرنے اور اس آمدہ سود کے مصرف اور جمع شدہ کل زر پر زکوٰۃ کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

۷۔ ہمہ قسم جائیداد زرعی و سکنی کی خرید و فروخت کے ایک سال بعد شفعہ دار شفعہ کر کے فروخت شدہ جائیداد حاصل کر لیتا ہے۔ اور پہلے مشتری کو خواہ مخواہ نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس نقصان کے حفظ ماتقدم کے لئے اکثر رجسٹری کاغذات پر دو چار سو روپیہ زائد لکھوایا جاتا ہے اور بوقت رجسٹریشن عدالت کے روبرو حلفیہ جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ کہ یہ جائیداد مَیں نے فلاں آدمی کے پاس تین ہزار میں فروخت کی ہے۔ حالانکہ در اصل دو ہزار میں سودا ہُوا ہوتا ہے۔ تو ایسا کرنے پر کسی قسم کا شرعی مواخذہ ہوگا۔ یا نہیں۔

۸۔ کسی باغ یا کھیت میں پھل لگنے اور فصل پکنے یا تیار ہونے سے پیشتر ٹھیکہ بانہ سودا بازی شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

۹۔ اخبارات و کتب اور رسائل وغیرہ کا سالانہ چندہ اگر پیشگی جمع کرایا جائے تو عام پرچون نقد ادائیگی کے مقابلہ میں کافی رعایت ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح پیشگی سالانہ چندہ جمع کرانا (محض چندہ کو مدنظر رکھ کر) جائز ہے یا نہیں۔

المستفتی

خاموش مبلغ ملتان لاہور

# الجواب — حامداً و مصلیاً و مسلماً

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ ۲۴ — مورث

| بیوہ | بیٹا | بیٹی |
|---|---|---|
| ۳ | ۱۴ | ۷ |

مذکورہ سوال صورت میں بیوہ کو آٹھواں حصہ ۲۴/۳ اور باقی میں سے بیٹے کے دو حصّے بیٹی کا ایک حصہ ہے، بیٹے کو ۲۴/۱۴ اور بیٹی کو ۲۴/۷ ملیں گے۔ شادی ہونے نہ ہونے سے بیٹا بیٹی ہونے میں فرق نہیں پڑتا وہ جیسے پہلے بیٹا بیٹی تھے اب بھی ہیں مورث کے انتقال کے وقت فوراً وارث ہو جائیں گے بلکہ بیوہ بھی انتقال کے وقت فوراً وارث اور اپنے حصہ کی مالک ہو چکی ہے۔ اگر وہ بعد عدت دوسرے سے نکاح کرلے گی تو اس کی ملکیت باطل نہیں ہوسکتی وہ برابر اس اپنے حصّہ کی مالک رہے گی۔

مورث کے فوت ہونے کے بعد تمام وارث بحکم الٰہی کل ترکہ کے اپنے اپنے حصے کے مطابق الگ الگ مالک ہو جاتے ہیں۔ جو شخص دوسرے کے حصّہ پر قبضہ جمائے رکھے گا۔ وہ گناہگار اور حق العباد کے تلف کرنے کا ہمیشہ مجرم رہے گا۔ اور اور پھر جب تک یہ حصہ اصل مالک یا اس کے وارثوں کو نہ ملے گا۔ اسی کے ذمہ رہیگا۔ اور اس کے مرنے کے بعد کھائیں گے تو دوسرے لوگ اور گناہ ہوگا اس کی گردن پر۔ یہ جو معاف کرانے اور کرنے کا دستور ہے تو خوب غور سے سمجھنا چاہیئے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک تو اس حصّہ کی آمدنی جو اب تک بلا اجازت کھائی ہے یہ تو اس کے ذمہ قرض ہوگئی۔ یہ تو معاف کر دینے سے معاف ہو جائے گی۔ بشرطیکہ معاف کرانا جبراً قہراً نہ ہو دوسری خود زمین جائیداد یا مکان دوکان کارخانہ یا منقولہ سامان کا حصّہ تو وہ تو مالک کی ملک ہے وہ معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتی بلکہ اس کا ہبہ ہو سکتا ہے۔ اگر حصّہ کا مالک بخوشی خاطر یہ معلوم کرنے کے بعد کہ اس کے حصّہ کی جائیداد اس قدر ہے اتنی آمدنی کی ہے دیدے یہ کہہ دے کہ میں نے تم کو یا فلاں کو دیدی ہے۔ اور اس کا قبضہ کرا دے تو ہبہ ہوسکتی ہے۔ ہبہ صحیح ہو جائے گا اور غاصبانہ قبضہ کے گناہ سے آئندہ بچ جائے گا۔ لیکن پہلے کے قبضہ سے توبہ بھی کرے اور معاف بھی کرالے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔

من اخذ شبرا من الارض ظلما فانہ یطوقہ یوم القیامۃ من سبع ارضین۔

جو شخص کسی کی زمین ایک بالشت بھی ناحق لے لیگا قیامت کے دن اس کی گردن میں اسی قدر کا ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائیگا۔

میراث کے مسائل کے آخر میں خود حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ سورہ النسآء رکوع ۲ پارہ ۴

ترجمہ۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالےٰ اس کو ان جنتوں میں داخل کر دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ یہ ہمیشہ ان میں رہینگے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ رسول کی نافرمانی کرے گا اور ان مقررہ حدوں سے نکل جائے گا اللہ تعالےٰ اس کو آگ میں داخل کریں گے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

لہٰذا اللہ و رسولؐ نے جس وارث کے جو حصّے مقرر فرما دیئے۔ ان مقررہ حدوں سے نکلنا اور اللہ رسولؐ کی (انکار کرکے) نافرمانی کرنا ہمیشہ کے ذلیل کرنے والے عذاب میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ اس چند روزہ زندگی میں دوسروں کے حصّے دبا لینے والے ان عذابات کو سوچ لیں۔ عذاب اپنے سر لینا اور مرنے پر یہ حصہ دوسروں کے لئے چھوڑ جانا کتنا بے عقلی کا کام ہے۔ ہماری وہ مائیں بہنیں جن کو ان کے ماں باپ کے ترکہ سے شرعی حصّہ ملتا ہے افسوس ہے کہ اب تک غلط ناجائز اور خلاف شرع رسم و رواج کی وجہ سے اس کو اپنی ملک ہی نہیں سمجھتی ہیں۔ یہ رسم زمانہ جاہلیت کی رسم ہے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے بت پرست لوگ صرف جنگ کرسکنے والے نوجوان بیٹوں کو وارث بناتے تھے۔ اس آیت نے

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝

سورہ النسآء رکوع ۱ پارہ ۴

ترجمہ۔ مردوں کے لئے حصّہ ہے اس سے جو ان کے ماں باپ یا اقربا چھوڑیں۔ اور عورتوں کے لئے حصّہ ہے۔ اس سے جو ان کے ماں باپ یا اقربا چھوڑیں۔ وہ کم ہو یا زیادہ۔ حصّہ مقرر کیا ہوا ہے۔

عورتوں کو میراث کا حقدار ثابت کیا۔ اور ایسا کہ خدا کا مقرر کیا ہوا حصّہ قرار دیا۔ نہ کسی کو روکنے کا اختیار نہ انکار کا اختیار۔ پھر یہ حصّے ماں باپ کی اولاد اور اقربا کے عزیز ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ تعلق و قرابت خدا تعالےٰ کا بنایا ہوا ہے نہ کسی کے توڑے ٹوٹ سکتا ہے۔ نہ ازخود کسی کے ساتھ ایسا تعلق بنانے سے بن سکتا ہے اور نہ شادی بیاہ ہونے سے وہ تعلق ختم ہو سکتا ہے۔ اگر ماں باپ کسی کو محروم کر دیں۔ جس کو بعض لوگ عاق کرنا کہتے ہیں۔ تو وہ محروم نہ ہوگا۔ کوئی کسی کو ویسے ہی باپ ماں بہن بھائی بیٹا بیٹی بنالے تو وہ ایسا بن نہ سکے گا اور میراث نہ پا سکے گا۔ شادی ہونے پر بھی بیٹا بیٹی عزیز رہے گا حق پائے گا۔ اگر انکار بھی کرے تو اس کا حق نہیں جاتا ہاں تقسیم سے حصہ لے کر دیدے تو وہ الگ ہبہ ہوگا۔

ہندوؤں میں وہی جاہلیت کی رسم تھی۔ مسلمانوں میں ان کے میل جول سے اثر آگیا۔ اور مردوں نے دینے میں اور عورتوں نے لینے میں محض رسم کی وجہ سے سستی برتی۔ گویا خدائی حکم پر رسم کو ترجیح دینے کا جرم کیا۔ فقہائے اُمّت نے لکھا ہے کہ کوئی منکر ہو تو حاکم وقت اس کے گھر میں اس کا حصّہ ڈال دے۔ پھر وہ خود رکھے چاہے کسی کو دیدے۔ یہ صحیح کہ عورت اپنے حصہ کی مالک و خود مختار ہے لے نہ لے۔ مگر اس کا مطلب حصّہ کا انکار کرنے کا حق ہونا نہیں ہے اپنا حصّہ نکلوا لے معلوم کر لے پھر اگر وہ بالغ ہے۔ تو کسی کو ہبہ کر سکتی ہے۔ وقف بھی کرسکتی ہے۔ خود بھی رکھ سکتی ہے۔ مگر دل میں یہ سوچ لے کہ یہ ترک اس کا فرانہ رسم کے تحت تو نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوگا۔ تو گو ہبہ درست ہوگا مگر رسم پرستی کا گناہ ہوگا۔

یہ مسئلہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ اگر کسی بہن نے بھائی سے حصّہ نہیں لیا اور بھائی کو باقاعدہ ہبہ بھی نہیں کیا تو وہ حصّہ حسب فرمان الٰہی اسی بہن کا ہے وہی مالک ہے۔ زندگی میں خود جب چاہے لے سکتی ہے۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث مالک [illegible]

جب تک ہبہ نہ ہوگا - برابر ان کی ملکیت وارث در وارث چلتی رہے گی - اس لئے آخرت کے عذابات سے بچنے کے لئے معاملہ صاف کر لینا ضروری ہے - واللہ اعلم

(۲) اس سوال کے دو جز ہیں (الف) مروجہ امداد باہمی اسکیم (ب) نقد ہیں کم کو ادھار ہیں باقساط ہو یا بلا اقساط زائد کو فروخت کرنا - دونوں کا جواب الگ الگ پیش کرتا ہے۔

(الف) مروجہ امداد باہمی کی بعض سکیمیں تو بیمہ جان بیمہ دکان بیمہ مشین بیمہ کار وغیرہ کی طرح سود اور جوئے دونوں کا مجموعہ اور حرام ہوتی ہیں - بلکہ ڈبل حرام - اور بعض جائز ہیں - اس لئے پوری تفصیل معلوم ہونے پر اس کا حکم عرض کیا جا سکتا ہے - اجمالی طریقہ سے یہ ہے - کہ جس قدر رقم فی شخص جمع ہوتی ہے - جب اس کو ملتی ہے اگر اس جمع شدہ سے زائد نہیں ملتی تو وہ سود سے پاک ہو گئی اور پھر کسی طرح اس کے کل یا بعض کے ضبط ہونے کا احتمال نہ رہے - مثلاً یہ نہ ہو کہ اگر کوئی قسط رُک گئی یا چند قسطوں کے بعد اس نے اور قسطیں کسی عذر سے یا بلا عذر نہ دیں تو اس کی ادا شدہ رقم ضبط نہ ہو اس کو پوری واپس مل جائے - تو جوئے سے پاک ہو گئی - یہ اسکیم تو جائز ہو گی اور اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کے خلاف ہے کہ جمع شدہ سے زائد ملتا ہے - تو سود ہے یا ضبط ہو جاتا ہے تو جوا ہے - ہر ایک صورت حرام ہے - اور اگر دونوں باتیں ہوں کہ جمع شدہ سے زیادہ بھی ملتا ہے - اور کبھی کل ادا شدہ یا کچھ ضبط بھی ہو جاتا ہے - تو سود اور جوا دونوں حرام آ گئے ڈبل حرام ہو گئی -

(ب) نقد میں ۴۰۰ کو اُدھار میں ۵۰۰ کو دینے لینے کا معاملہ - اس کی تین صورتیں ہیں - دو تو جائز ہیں ایک نا جائز -

۱ صرف اسی قدر کہا گیا کہ نقد ۴۰۰ کو ادھار ۵۰۰ کو اور خریدار نے منظور کر لیا ابھی تک یہ صاف بات نہیں ہوئی کہ نقد لینا ہے یا اُدھار تو یہ بیع فاسد ہے - کیونکہ اس میں قیمت معین نہیں ہوئی - معلوم نہیں ہوا کہ کونسی حالت ہے اور کونسی قیمت تو ثمن مجہول ہے - عالمگیری ج ۴ ص ۸۰ پر ہے - رجل باع علی انہ بالنقد بکذا و بالنسیۃ بکذا او الی شہر بکذا و الی شہرین بکذا لم یجز کذا فی الخلاصہ - یعنی کسی نے بیع کی کہ نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں یا ایک ماہ تک اتنے میں دو ماہ تک اتنے میں یہ جائز نہیں لفظ "او" یعنی "یا" کی تردید میں ناجائز ہونے کا حکم ہے ۲ اگر تردید جاتی رہی کہ اسی مجلس میں یہ کہہ دیا کہ میں نقد لیتا ہوں اتنے میں یا میں ادھار لیتا ہوں اتنے میں تو اس قید سے معلوم ہوا کہ جائز ہے ۳ پہلے سے اعلان ہے کہ نقد اتنے میں، اُدھار اتنے میں یا اسی مجلس میں معلوم ہونے پر لینے والے نے ایک صورت معین کر لی کہ نقد لیتا ہوں - اتنے دونگا یا ادھار لیتا ہوں اتنے دُونگا - یہ جائز ہے - جیسے کہ ۲ میں قید کے فائدہ سے معلوم ہوا اور ہدایہ باب المرابحہ ج ۳ ص ۵۸ پر ہے - الا یری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل (کیا نہیں دیکھا جاتا کہ مدت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کی جا سکتی) اور بحر الرائق اور شامی وغیرہ میں بھی یہ ذرا تفصیل سے ہے - اگر دینے والا اپنے ذہن میں یا زبان سے اس کا نام سود ہی رکھ دے تو فرق نہ ہو گا - لیکن ایک صورت یہ بھی ناجائز ہو گی کہ اول چار سو پر معاملہ ہو چکا ایجاب و قبول ہو چکا - پھر مشتری نے کہا کہ میں اُدھار لیتا ہوں تو بائع نے اب ۵۰۰ بتا دیئے تو اب یہ معاملہ طے شدہ قیمت پر ۱۰۰ کا اضافہ سود بن جائے گا پہلی صورتوں میں طے شدہ پر اضافہ نہیں بلکہ قیمت ہی وہ ہے - جو اس صورت کی ۵۰۰ ہے - لہٰذا ان صورتوں میں سے جائز والی صورت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے واللہ اعلم - لیکن کمیٹی نکلنے کا وقت مقرر نہ ہو گا - تو بیع فاسد ہو گی اور اگر خود کمیٹی ہی حرام ہو گی اور بائع کو معلوم ہے کہ وہی روپیہ دے گا تو گناہ ہے -

(۳) مروجہ امدادی کمیٹیوں کا اجمالی حال (۲) کے الف میں عرض کیا گیا ہے - اب اس خاص صورت کے متعلق عرض ہے ۱ کہ اگر کوئی شخص پورے آٹھ سال تک پانچ روپیہ ماہوار قسطیں ادا کرتا رہے تو ان ۹۶ ماہ کے ۴۸۰ روپے جمع ہوتے ہیں - اور ملیں گے اس کو ۵۰۰ یا ہزار تو یہ زیادہ جو ملے گا کس چیز کا عوض ہے؟ سوائے سود کے اور کیا ہو سکتا ہے ۲ اور اگر اس سے پہلے ہی مل گیا

خواہ پہلے ہی مہینہ یا دو چار دس بیس پچاس ساٹھ ماہ بعد مل گیا تو اس سے بھی کم یا بہت کم جمع ہوا اور اس قدر مل گیا وہ سود ہی ہو گا - اور جب روپیہ وصول ہونے کے بعد باقی واجب الادا رقم ساقط ہی ہو جاتی ہے تو اس کا سود پورے سال دینے والے سے بہت زیادہ ہوا - ۳ اگر قسط رُک جانے یا بند کر دینے سے ضبط بھی ہو جاتی ہے تو جوا بھی ہوا کہ یا رقم غائب یا بہت ملتی ہے - یہ بھی حرام ہے - تو دو گنا حرام ہے - ایسا کاروبار حرام اور اس کی ہر اعانت گناہ ہے -

۴ ریس اور لاٹری تو بالکل کھلا جُوا ہے - اس کے حلال ہونے کا تو شبہ بھی نہیں ہو سکتا - اور معمّٰی بھی جُوا ہے - حرام ہے - دماغ سوزی کا عوض ہونے کا شُبہ ہو سکتا ہے - مگر سب جانتے ہیں کہ ہر جواب دو یا تین لفظوں میں سے ایک ہوتا ہے - چنانچہ بعض لوگ اس کو شائع بھی کر دیتے ہیں - کہ ان دو لفظوں میں سے ایک ہے اس لئے دماغ سوزی اور علمیت تو ختم ہے اب صرف ایک روپیہ دینا ہے - جو یا ضائع ہو گا یا کچھ زائد لائیگا یہی جُوا ہے -

۵ پراویڈنٹ فنڈ کی دو صورتیں ہوتی ہیں کہیں ملازم کو اختیار ہوتا ہے کہ کٹوائے یا نہ کٹوائے - اس وقت اگر یہ خود جمع کراتا ہے تو اس کے مشابہ ہو گیا کہ اپنے پاس سے جمع کرایا ہے - لہٰذا اس پر جو سود دیا جائے گا وہ گویا جمع کردہ رقم پر دیا گیا ہے اس لئے یہ سود نہ لینا احتیاط ہے - اور جس صورت میں ملازم کو اختیار نہیں ہوتا خود محکمہ ہی کاٹ لیتا ہے تو ایسی رقم اس کا دیا ہوا یا جمع کرایا ہوا اس لے سبب نہیں ہے اس پر سود نام سے جو ملے گا وہ اس کے دیئے یا جمع کرائے ہوئے کے مقابل نہیں لہٰذا وہ انعام ہے سود نہیں گو نام سود رکھ دیا جائے تو حلال شے سود نام سے حرام نہ ہو گی - اور حرام سود منافع وغیرہ حلال نام سے حلال نہ ہو گا - یہ سود نہیں انعام ہے اس کا لینا جائز ہے -

اور چونکہ دونوں صورتوں میں یہ روپیہ اس کی کارکردگی کا معاوضہ ہے محکمہ پر قرض ہے اور قرض کی امام اعظمؒ صاحب نے تین قسمیں قوی متوسط ضعیف قرار دی ہیں یہ ضعیف ہے اس لئے جب وصول ہو کر سال گزرے گا اس وقت زکوٰۃ فرض ہو گی - پھر ہر صورت میں جو رقم محکمہ اپنی طرف سے ملاتا ہے - اور اس پر بھی سود لگاتا ہے - وہ سب انعام محض ہے سود نہیں ہے -

اس پر زکوٰۃ بھی پہلے سے نہیں ہوگی۔ البتہ احتیاط و تقویٰ کے لئے اگر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ دے دی جائے تو بہتر ہے۔ اس کی پوری تحقیق امداد الفتاویٰ مبوب جلد دوم کے اخیر میں درج ہے۔

ع۶ یہ سب روپیہ اپنا دیا ہوا روپیہ ہے اس کا سود سود ہی ہے گو نام کچھ رکھ لیا جائے۔ یہ سب حرام ہے۔ سود اپنا حق یا ملک نہیں ہوتا وہ اسی بنک ڈاکخانہ بجلی گھر یا محکمہ کی ملک ہوتا ہے اس کو لینا بھی گناہ ہے اور استعمال کرنا بھی گناہ ہے۔ دو گناہ ہوں گے۔ یہ بات کہ اگر سود نہ لیا جائے تو غیر اسلامی پروپیگنڈہ پر اور مسلمانوں کو مرتد بنانے پر خرچ ہوتا ہے یہ قابل تحقیق شئے ہے کہ جب حکومت غیر مسلم تھی اس وقت تو ایسا احتمال تھا اب حکومت مسلمانوں کی ہے اس کا احتمال نہیں معلوم ہوتا۔ اگر خالص غیر مسلم محکمہ ہو اور تحقیق سے یہ کسی کو یقیناً معلوم ہو کہ یہ روپیہ اسلام کو تباہ کرنے میں یا مسلمانوں کو مرتد بنانے میں صرف ہوتا ہے تو گو وہ روپیہ انہیں کی ملک ہے اس کی ملک نہیں لیکن اگر یہ کسی قانون سے لے سکتا ہے تو گو لینے کا گناہ بدستور ہوگا لیکن اسلامی تباہی یا مسلمان کو مرتد بنانے میں اس نے ایک رکاوٹ پیدا کر دی ہے جو کارِ خیر اور اہم کارِ خیر ہے۔ ممکن ہے اس کارِ خیر کی وجہ سے لینے کا گناہ اللہ تعالےٰ معاف فرما دیں تو اس کی گنجائش ہے۔ کہ لے کر خیرات کر دے تاکہ کھانے کے گناہ سے بچ جائے۔ اور اگر محکمہ پورا یا کچھ مسلم ہے تو یہ احتمال نہیں یا اس کا یقینی علم نہیں ہو سکتا اس لئے لینے کے گناہ سے بھی بچنا ضروری ہے۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ سب فاسق فاجر ہیں وہ اس کو گناہ میں استعمال کریں گے تو یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے کہ دوسرے کے گناہ میں قدرے کمی پیدا کرنے کا سبب بن سکنے کی وجہ سے خود سود لینے کا گناہ سر پر لیا جائے۔ نہ ایسا کرنا جائز ہے۔ تو ایسا ہوگیا جیسے کوئی شخص فاسق کے یہاں چوری کرے کہ اس کے پاس رہے گا تو گناہ میں استعمال کرے گا تو جیسے اس خیال سے چوری جائز نہیں ہو سکتی ایسے یہ رقم جو اسی کی ملک سے سود نام سے لینا جائز نہیں ہو سکتا۔

ع۷ جھوٹ تو جھوٹ ہی ہے۔ یہ کھلا جھوٹ ہے گناہ ہے۔ شفعہ سے بچنے کی اور تدبیریں بھی ہو سکتی ہیں اس لئے اس کے جواز کی گنجائش نہیں ہے۔

ع۸ بالکل ناجائز ہے جب تک پھل اس قابل نہ ہو جائے کہ انسانوں یا جانوروں کے کام آنے لگے۔ اس وقت تک فروخت کرنا جائز نہیں۔

ع۹ جائز ہے اپنی چیز کا اختیار ہے کہ ایک دم قیمت لینے پر کم کر دے اور قسط وار لینے میں زیادہ کر دے یا تھوڑی لینے میں زیادہ کر دے۔ چاہے پیشگی ہو یا دست بدست یا اُدھار جیسے تمام کاروبار میں زیادہ مال کا نرخ کم اور کم کا زیادہ ہوتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہٗ جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور

۲۸۔ محرم ۱۳۷۷ھ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب نے سوالات کے جوابات تفصیل وار شریعت کے مطابق دیئے ہیں حق تعالےٰ مفتی صاحب کو اس کا اجر عنایت فرمائے۔

مفتی محمد علی خطیب مسجد سنہری لاہور
یکم صفر ۱۳۷۷ھ

## بقیہ میلاد النبی صفحہ ۸ سے آگے

رنگی ہوئی ہو۔ تاکہ ان کی زبان میں تاثیر ہو اور سننے والوں پر بھی اثر ہو۔ ان مجالس کے لئے نہ تعین تاریخ کی ضرورت ہے۔ نہ تکلفات روشنی اور سامان خورد و نوش کی احتیاج۔

## موجودہ مجالس میلاد میں مندرجہ ذیل نقائص پائے جاتے ہیں۔

۱۔ بجائے علمائے ربانی کے عموماً خوش الحان نعت خواں بلائے جاتے ہیں۔

۲۔ نعت خواں عموماً جاہل بے دین داڑھی منڈے بے نماز۔ غیبت کرنے والے جھوٹ بولنے والے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی خوش آوازی کے باعث انہیں اس مجلس مبارک کا روحِ رواں بنایا جاتا ہے۔

۳۔ نعتیں عموماً جاہلوں کی کہی ہوئی ہوتی ہیں۔ جن میں شریعت محمدیہ کے قواعد و ضوابط کا لحاظ نہیں رکھا۔ [illegible] مثلاً ایک نعت کا ایک شعر بطور نمونہ مشاہدہ ہو ؎

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہدوں
خدا خود رسولِ خدا بن کے آیا۔

۴۔ ایسی مجالس کے انعقاد کے وقت ضرورت سے زائد روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو اسراف ہے اور شرعاً حرام ہے۔ مثلاً ایک چراغ سے مسجد روشن ہو سکتی ہے تو اس کی بجائے دس پندرہ جلا دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ الصدر نقائص پر جو شخص اپنے بھائیوں کو متنبہ کرنا چاہے تو بجائے اپنی اصلاح کے اُلٹا مصلح کو وہابی۔ بے ایمان دشمن رسول کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

---

## حضرت مدنی دامت برکاتہم

حضرت مدنی مدظلہ العالی کچھ عرصہ سے علیل ہیں۔ ۲۷ر ستمبر ۱۹۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد لائن سبحان خاں میں ان کی صحت کے لئے دعا کی گئی۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ بھی دعا فرمائیں۔ کہ کہ اللہ تعالےٰ حضرت اقدس کو صحت عاجل و کامل عطا فرمائیں۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو سکیں۔

(مدیر)

---

## انجمن اہل سنت والجماعت (رجسٹرڈ) شیخوپورہ

کی طرف سے

میدان متصل چوک امام واڑہ وارڈ ۶ میں

۲۳ر ۲۴ر ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۸ر ۱۹ر ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۷ء کو عظیم الشان تبلیغی کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ مسلمانان مغربی پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ **کانفرنس** میں شرکت فرما کر علمائے کرام سے مستفیض ہوں۔

---

# بچوں کا صفحہ






## تین مچھلیاں

(۱) ایک تالاب میں تین مچھلیاں تھیں۔ ایک دن ماہی گیر اس تالاب پر آئے۔ مچھلیوں کو تالاب میں دیکھا۔ ان کے پکڑنے کے لئے جال لینے گئے۔

(۲) مچھلیوں کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ ایک مچھلی اُن میں پوری عقلمند تھی۔ اس نے سوچا۔ کہ اگر میں دُوسری دو مچھلیوں سے مشورہ لوں گی تو مجھے کہیں گی کہ میں مقدر میں یقین نہیں رکھتی مجھے وطن کی حُب نہیں۔ میں کاہل ہوں۔ میں بے عقل ہوں اور مشورہ اگر لینا ہو تو عقلمند اور زندہ دل سے لینا چاہیئے۔ احمق کب اچھا مشورہ دے گا۔ مشورہ تو اس سے لیا جائے جو واقف کار ہو۔ عقلمند ہو۔ مسافر راستہ اس سے پوچھتا ہے۔ جو راستہ جانتا ہو۔ اس سوچ بچار کے بعد یہ عقلمند مچھلی چپکے سے تالاب چھوڑ کر بھاگ نکلی اور ماہی گیروں کے دام سے بچ گئی اور دریا میں چلی گئی۔

(۳) دوسری مچھلی کم عقل تھی۔ اس کو خیال آیا کہ عقلمند مچھلی تو بھاگ گئی۔ میں اس کا پیچھا کر لیتی تو اچھا ہوتا وہ تو دریا میں چلی گئی اور میں ایسی عقلمند سے محروم رہ گئی۔ اب مجھے بھی کوئی چارہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ کسی طرح جان بچے۔ اس کے ذہن میں یہ تجویز آئی کہ خود کو مردہ بنا لوں۔ اس تجویز کے ذہن میں آتے ہی وہ اُلٹی ہو گئی۔ پیٹ اوپر کر لیا۔ مُردوں کی طرح پانی پر پڑی رہی۔ اور جدھر لہریں لے جاتیں وہ مچھلی جاتی۔ ماہی گیروں نے اس کو پکڑا۔ اس نے تب بھی حرکت نہ کی۔ انہوں نے مُردہ سمجھ کر اسے چھوڑ دیا۔ اس طرح اس کی جان بچ گئی۔

(۴) تیسری مچھلی احمق تھی۔ اس نے نہ پہلی کی تقلید کی۔ کہ تالاب چھوڑ کر جان بچاتی۔ نہ دوسری کی طرح مُردہ بن کر جان بچائی۔ بلکہ اپنی ہوشیاری پر بھروسہ کر کے اِدھر اُدھر اُچھلنا شروع کر دیا اور آخر ماہی گیروں کے جال میں پھنس گئی۔ آگ پر پکی اور ان کا نوالہ بنی

(۵) اس کہانی میں بہت سارے سبق ہیں۔ مثلاً

۱۔ مشورہ ہمیشہ عقلمند سے لینا چاہیئے۔ عقلمندوں کی تقلید کرنی چاہیئے عقلمند وُہ ہے۔ جو دیندار ہو۔ اللہ سے ڈرتا ہو۔ آخرت کی فکر رکھتا ہو اللہ تعالےٰ کے عہدوں کو پورا کرتا ہو

۲۔ مصیبت آنے سے پہلے ہی انسان کو اپنی فکر کر لینی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیئے۔

ماخذ مثنوی مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ
دفتر چہارم

---

## اقوالِ زرّیں

۱۔ یگانوں سے نیکی کرنا عُمر دراز اور رزق فراخ کرتا ہے۔

۲۔ بغیر سختی اُٹھائے کے حلیم اور بغیر تجربہ کے حکیم نہیں ہو سکتا۔

۳۔ بے موقع حیا بھی باعثِ محرومی ہے۔

۴۔ اتنا نرم نہ بن کہ نچوڑ لیا جائے اور اتنا سخت نہ بن کہ توڑ دیا جائے۔

(ریاض نسیم علوی۔ میاں چنوں)

---

## ارشادِ نبوی

۱۔ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے نماز کو اچھّی طرح پڑھا۔ اس نے دین کو ٹھیک رکھا اور جس نے اس ستون کو گرا دیا۔ (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین برباد کر دیا۔

۲۔ قرض خدا کا جھنڈا ہے۔ زمین میں جب وہ کسی کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی گردن پر قرض کا بوجھ رکھ دیتے ہیں۔

۳۔ حق تعالےٰ تین شخصوں سے نفرت کرتے ہیں۔ ایک بوڑھا زنا کار۔ دوسرے مفلس تکبر کرنے والا۔ تیسرے مالدار ظالم

۴۔ جو شخص میری سُنت پر عمل کریگا اُس زمانے میں جبکہ میری اُمت میں فساد پھیلے (یعنی بدعتیں جاری ہوں اور جہالت پھیل جائے) تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

۵۔ اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا۔ کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

۶۔ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالےٰ بھلائی کرنا چاہتے ہیں۔ اس کو دین کی سمجھ دے دیتے ہیں۔

۷۔ آپ نے فرمایا۔ میں تم لوگوں میں ایسی دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے۔ تو کبھی نہ بھٹکو گے ایک تو اللہ کی کتاب یعنی قرآن۔ دوسری نبی کی سُنّت یعنی حدیث

۸۔ جس سے کوئی دین کی بات پوچھی جائے اور وُہ اس کو چھپا لیوے تو قیامت کے دن اُس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

۹۔ آپ نے فرمایا عورت اگر عطر لگا کر غیر مردوں کے پاس سے گزرے تو وہ ایسی ہے۔ یعنی بدکار ہے

۱۰۔ تم زمین والوں پر رحم کرو۔ تاکہ آسمان والا (خدا) تم پر رحم کرے

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی خوشی میں ہے اور اللہ تعالےٰ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

(جاوید ممتاز خان ملک)

رجسٹرڈ ایل ۶۲۴۷
قیمت ۴؍
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱۔ لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ ۔ مورخہ ۳؍ مئی ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبد المنان چوہان
۲۔ پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۷-۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷؍ ستمبر ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک سالانہ لہ؍ ۵ ششماہی لے



پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا